عورت اور ازدواجی حقوق

اسلام، پاکستان اور دیگر مذاہب میں

ویمن اینڈ فیملی کمیشن

جماعت اسلامی حلقہ خواتین

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان
01	دیباچہ
02	نکاح کی تعریف
03	شادی کے ملزمات
04	عورت کے ازدواجی حقوق اسلام کی روشنی میں
05	شادی اور ازدواجی حیثیت دیگر مذاہب میں
06	پاکستان میں رائج فیملی لائز پر ایک نظر
07	سفارشات
08	حوالہ جات
09	تشکر
10	ضمیمہ پاکستان میں رائج فیملی لائز

بسم الله الرّحمٰن الرّحيم

O, my God!

This is all because of you;

All bad from mw, and

All good from you.

All blames belong to me, and

All fames belong to you.

O, my God

This is all because of you

SHEIKH ZAYD ISLAMIC CENTRE
UNIVERSITY OF KARACHI

محترمہ عطیہ نثار صاحبہ

صدر ویمن اینڈ فیملی کمیشن سندھ

کراچی

آپ کے ارسال کردہ مسودات جو خواتین کے حقوق کے سلسلے میں ہیں میں نے مطالعہ کر لئے ہیں ان مسوات میں اسلامی قوانین ہیں اور قرآن وسنت کے حوالے سے خواتین کے حقوق پر جو مواد جمع کیا گیا ہے وہ اساسی نوعیت کا ہے اور اسی پر حقوق نسواں کے تمام مسائل متشرع ہوتے ہیں۔ حقوق نسواں کے حوالے سے مغربی پروپیگنڈا جو یہ ثابت کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور صرف کئے ہوئے ہے کہ اسلام میں عورتوں کے حوالے سے اعتدال نہیں پایا جاتا بلکہ یہاں تک کہنے سے بھی گریز نہیں کیا جاتا کہ عورتوں کے حقوق کے معاملے میں اسلام میں شدت، تنگ نظری اور تعصب پایا جاتا ہے، زیر نظر مسودات سے اس پروپیگنڈا کا موثر توڑ، جواب اور سدباب ممکن ہو گا

یہ بات بھی دیباچہ میں واضح کرنے کی ضرورت ہے کہ ہر قوم کا اپنا کلچر ہوتا ہے اور کلچر کے معاملات میں ہر قوم آزادی و خود مختاری کی علم بردار ہے اور عالمی سطح پر یہ بات طے شدہ ہے کہ کوئی کسی پر جبراً اپنا نظریہ اور اپنا کلچر مسلط نہیں کر سکتا کہ یہ بنیادی انسانی حقوق کے خلاف

ہے لہذا اسلامی تہذیب و ثقافت کا بھی اپنا انداز اور اپنی روایات ہیں جنہیں اپنانے اختیار کرنے اور جن کی حفاظت کرنے کا حق مسلم قوم کو فطری طور پر بھی اور UNO کے چارٹر کے تحت بھی حاصل ہے چنانچہ اسلامی کلچر میں اگر بعض چیزیں ایسی بھی ہوں جو کسی اور کلچر میں ناپسندیدہ ہوں تو ہوا کریں اس پر اعتراض کرنا بے جا اور بنیادی انسانی حقوق کے چارٹر کے خلاف ہے۔ اگر بعض معاملات میں مسلم عورت کو وہ حقوق حاصل نہ بھی ہوں جنہیں مغربی معاشرہ حق سمجھتا ہے (جیسے ہم جنس پرستی وغیرہ) تو اسے مسلم خواتین کے حقوق میں کمی یا زیادتی نہیں کہا جاسکتا کہ اسلام میں اسے حق تسلیم ہی نہیں کیا گیا۔ مسلم خواتین کو بھی چاہیے کہ وہ حقوق کی بات کرتے ہوئے اس بات کو پیش نظر رکھیں کہ مخلوق کا حق وہی ہے جو خالق نے عطا کر دیا ہے۔ بلا واسطہ ہو یا بالواسطہ اور جسے خالق نے حق نہیں کہا اسے مخلوق کو بھی حقوق کے زمرے میں شامل نہیں کرنا چاہیے

واللہ اعلم الصواب

ڈاکٹر نور احمد شاہتاز

ڈائریکٹر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

حقیقی تعلیم و شعور کی آگہی نہ ہونے کہ وجہ سے جہاں ہمارے معاشرے کو ہر میدان میں ناکامی کا سامنا کرنا پڑرہا ہے وہیں سماج کی اہم ترین اکائی "خاندان" سب سے زیادہ مغموم و متاثر ہے۔

خاندان کو بنانے والے دو بنیادی کردار ہمیشہ "میاں بیوی" ہی ہوتے ہیں۔ اگر ان دو افراد کے درمیان تعلقات کا تنا مضبوط اور ترو تازہ ہو گا اتنا ہی اس سے نکلنے والی شاخیں بالیدہ اور سایہ دار ہو نگی جو موجودہ دور اور آئندہ آنے والی نسلوں کی بہترین افزائش کا ذریعہ ہو نگی۔

شادی کے بندھن میں داخل ہوتے وقت ان دونوں افراد کو اپنے اپنے حقوق و فرائض، معاشرے میں اپنے بدلتے ہوئے کردار ایک نیم ذمہ دار سے مکمل ذمہ دار فرد بننے کی مکمل تعلیم و تربیت حاصل کرنا بہت ضروری ہے۔ اسکی ذمہ داری بنیادی طور پر ان دونوں افراد کے سرپرستوں یا خاندان اور معاشرے کے دیگر ذمہ دار افراد پر عائد ہوتی ہے

اسلام کہاں اور کس حد تک ایک عورت کو ازدواجی بندھن میں بندھنے کے بعد حقوق دیتا ہے دیگر مذاہب میں کیا تعلیمات ہیں اور پاکستان کا قانون اپنے بنیادی آئین (قرآن و سنت) سے

کس حد تک مطابقت رکھتا ہے۔ ان تمام موضوعات کو ہم نے اس مختصر کتابچے میں قلمبند کرنے کی کوشش کی ہے۔

ہمیں امید ہے کہ یہ کتابچہ معاشرے کی سب سے خوبصورت رشتے کی ڈور کو پائیدار اور دلکش بنانے میں معاون ثابت ہو گا۔ انشاءاللہ

ڈاکٹر فرح اسلم

مارچ2010

دیباچہ

موجودہ زمانے میں حقوق نسواں کی تحریکیں، ادارے اور این۔جی۔ اوز زور و شور سے عورتوں کو ان کے حقوق دلوانے کے لئے سرگرام ہیں۔ مختلف مباحثوں، سیمینار، کنونشن اور قرار دادوں کے ذریعے عورت کو شعور وادراک دیا جارہاہے کہ اس کے کیا حقوق ہیں۔اس کے ساتھ ساتھ عورتوں کے ساتھ امتیازی سلوک کا خاتمہ اور انہیں مردوں کے شانہ بشانہ کھڑا کرنا ہی ان تحریکوں کا ہدف ہے۔ اقوام متحدہ اس مقصد کے لئے وسائل اور فکری مواد دونوں فراخدلی کے ساتھ فراہم کر رہاہے۔ ایسے تمام عناصر کو بہت محنت سے اجاگر کیا جارہاہے جو عورتوں کے ساتھ امتیازی برتاؤ کرتے ہیں اس محنت اور غوطہ زنی کے نتیجہ میں جو نام سامنے آئے ہیں ان میں اسلام اور پاکستان بہت اہم ہیں۔ یہ کہا جارہاہے کہ اسلام عورتوں سے امتیازی سلوک کرتا ہے۔ اسلام کے معاشرتی ضابطے عورتوں کو فائدہ نہیں دیتے اس لئے اقوام متحدہ کے چارٹر کی دنیا کی تمام عورتوں کو پابندی کرنی چاہیے۔ دنیا کے تمام ممالک خصوصاً اسلامی ممالک کو اپنی اقدار میں واضح تبدیلی کرتے ہوئے اس کو چارٹر کے مطابق ڈھال لینا چاہیے

ویمن اینڈ فیملی کمیشن اس بات پر یقین رکھتاہے کہ جس رب نے ہمیں بنایا اور نعمتوں سے مالامال کیا وہ اپنے بھیجے ہوئے دین میں کسی بھی مخلوق کے ساتھ کوئی امتیازی رویہ نہیں روا رکھتا (وہی نہ جانے گا جس نے پیدا کیا (القرآن) عورتوں کے حقوق کیا ہیں اسلام نے انہیں کیا حقوق دیئے ہیں اور جدید دنیا کی عورتوں کے حقوق کے لحاظ سے کیا صورتحال ہے اور ان سے امتیازی سلوک کیا ہے؟ ان سوالات کے اطمینان بخش جوابات حاصل کرنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔

ویمن اینڈ فیملی کمیشن جماعت اسلامی کی اسلام میں عورتوں کو دیئے گئے حقوق سے دنیا کو متعارف کرانے کی کوشش ہے۔ زیر نظر کتابچہ عورتوں کے ازدواجی حقوق سے متعلق ہے۔ اسلام میں عورتوں کو کون سے ازدواجی حقوق حاصل ہے۔ دنیا میں عورتوں کے ازدواجی حقوق کی کیا صورتحال ہے؟ نیز عورتوں کی بہتر اور خوش آئند زندگی کا لائحہ عمل کیا ہو؟ زیر نظر کتابچہ ان تمام نکات پر بحث کرتا ہے

ویمن اینڈ فیملی کمیشن اپنے تمام ممبران خصوصا فرح اسلم نائب صدر ویمن اینڈ فیملی کمیشن (سندھ) کا شکر گزار ہے، جن کی کاوشوں اور شبانہ روز جدوجہد کی وجہ سے یہ کام مکمل ہو سکا ہے۔

سمیحہ راحیل قاضی

صدر ویمن اینڈ فیملی کمیشن

جماعت اسلامی ، حلقہ خواتین

اسلام نے خاندان کی بنیاد جائز ازدواجی تعلق اور خونی رشتوں پر رکھی ہے۔اس نے کہا کہ اس کے بغیر کوئی شخص خاندان کا فرد شمار نہیں ہو گا اور اسے خاندان کے حقوق حاصل نہیں ہوں گے۔ ایک خاندان کی بنیاد کا آغاز ایک عورت اور ایک مرد کے درمیان نکاح کے تعلق سے شروع ہوتا ہے۔

نکاح کی تعریف

نکاح قرآن و سنت میں ایک اصطلاحی لفظ ہے۔جس سے مراد لازماً عقدِ تزویج ہی ہے اور جب یہ مطلق استعمال ہو گا تو اس سے مراد عقد ہی لیا جائے گا اِلّا یہ کہ کوئی قرینہ اس بات پر دلالت کرتا ہو کہ یہاں مراد محض وطی یا عقد مع الوطی ہے۔رہی وطی بلا عقد تو اس کے لئے لفظ نکاح کے استعمال کا جواز لغت میں تو ہو سکتا ہے، لیکن قرآن و سنت میں اس کی کوئی مثال میرے علم میں نہیں ہے۔اس کے لئے شرعاً زنا اور سفاح کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔(سید ابوالاعلی مودودیؒ ترجمان القرآن جلد 58،عدد6 ستمبر 1962)

شادی (نکاح) ایک بالغ مرد اور عورت کے درمیان قانونی بندھن ہے۔جس کے بعد ان کے درمیان جنسی تعلق اور جائز تناسل مکمل طور پر جائز اور حلال قرار پاتا ہے (ہدایہ از ابو بکر مرغیانی)

اسلام یہ چاہتا ہے کہ نکاح کا اعلان اور اظہار ہو تا کہ معاشرہ اس بات سے واقف ہو کہ فلاں مرد اور عورت کے درمیان ازدواجی رشتہ قائم ہو گیا ہے وہ ایک دوسرے کے شریک حیات ہیں اور اسکی اخلاقی اور قانونی ذمہ داریاں اٹھانے کا عہد کر چکے ہیں۔وقت ضرورت معاشرہ خود بھی ان ذمہ داریوں کے ادا کرنے میں انکی مدد کر سکے اور اس معاملے میں ان سے غفلت ہو تو گرفت کر سکے۔اسی

لئے نکاح کے ثبوت کے لئے کم از کم دو گواہوں کا ہونا ضروری قرار دیا گیا ہے۔ جن کے بغیر نکاح نہیں ہو سکتا۔ چناچہ حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا:

"نکاح ولی اور دو عادل گواہوں کے بغیر نہ ہو گا۔ جو نکاح اس سے ہٹ کر ہو وہ باطل ہے۔ اگر آپس میں اختلاف ہو تو جس کا کوئی ولی نہیں سلطان (مسلمان حاکم) اس کا ولی ہو گا"

شادی کے ملزومات

قرآن و سنت اور فقہاء کرام کے ارشادات کی روشنی میں ملزومات درج ذیل ہیں

- نکاح ایک مسلمان بالغ ہوشمند مرد اور ایک مسلمان بالغ ہوشمند عورت کے درمیان ان کی باہمی رضامندی سے قانونی معاہدہ ہونا چاہیے
- جائز نکاح کے لئے ولی کی مرضی ہونا لازم ہے
- نکاح کے وقت دو عال گواہوں کی موجودگی اور گواہی ضروری ہے
- نکاح کی شرائط میں مہر کی ادائیگی بھی لازم قرار دی گئی ہے
- نکاح کے بعد منکوحہ افراد کے درمیان جنسی تعلق ہو

عورت کے ازدواجی حقوق اسلام کی روشنی میں

مناسب عمر میں نکاح کا حق

جب لڑکے اور لڑکی میں حق زوجیت ادا کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جائے تو اسلام ان کے نکاح کر دینے کی تاکید کرتا ہے

سورۃ نور آیت نمبر 4 :

"تم میں جو بے نکاح ہوں ان کا نکاح کر دیا جائے اور تمہارے غلام لونڈیوں میں سے جو اس لائق ہو اس کا بھی"

اس آیت سے بات کھل کع معلوم ہو گئی کہ جو مرد یا عورت شادی کے لائق ہوں ان کی شادی کر دی جائے اور یہ شادی کرنے کی ذمہ داری ولی کے سر بھی ہے اور دیگر خاندان اور معاشرے کے ذمہ دار افراد پر بھی۔ اس سلسلے میں پورے خلوص اور ایمانداری سے سب معاشرے کے بزرگوں کو اپنا حصّہ ادا کرنا چاہیے۔

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ:"ترک نکاح اسلام میں نہیں ہے"

حضرت انسؓ فرماتے ہیں:" رسول ﷺ ہمیں شادی کا حکم دیتے تھے اور ترک نکاح سے منع فرماتے تھے"

- مسلمان مرد کا نکاح مسلمان عورت سے یا اہل کتاب کی پاک عورتوں سے انہیں مسلمان کرنے کے بعد نکاح واجب ہے (اگر اولاد کے مذہب پر اثر نہ پڑے۔ اس صورت میں اہل کتاب

عورتوں سے نکاح جائز ہے) مسلمان عورت کے لئے صرف مسلمان مرد سے نکاح کی اجازت دی گئی ہے۔

- نکاح کے لئے ہم پلّہ رشتہ دیکھنے کی اسلام میں اجازت ہے مگر افضلیت دین کو مقدّم رکھنے کو دی گئی ہے
- لڑکی کے نکاح کے لئے ولی یا سرپرست کی اجازت اور آمادگی اس لئے ضروری ہے کہ لڑکی کے ماں باپ زیادہ تجربہ کار اور معاملہ فہم ہوتے ہیں اس لئے ان سے غلطی کا امکان کم ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ لڑکی کے خیر خواہ ہوتے ہیں، وہ بہر حال اسے دھوکہ نہیں دے سکتے۔

لیکن اس کے ساتھ ہی ولی یا سرپرست کو بھی اس بات کی اجازت نہیں دی گئی ہے کہ وہ کسی بالغ لڑکی یا لڑکے کا نکاح اس کی مرضی کے بغیر کر دیں۔ والدین مشورہ دے سکتے ہیں مگر دباؤ نہیں ڈال سکتے اور جبر نہیں کر سکتے شادی کرنے والوں کو بھی چاہیے کہ اپنے بزرگوں کے مشوروں کو قبول کریں کہ ان کی رائے پختہ ہوتی ہے اور محبت و شفقت کی ہوتی ہے۔

اسلام ایک بالغ لڑکی یا لڑکے کو ان کی اپنی مرضی سے نکاح کر کے پاکیزہ تعلق قائم کرنے کا حق دیتا ہے۔ یہ ہر اولاد کا ان کے والدین یا ولی پر حق ہے۔

بیوی کے انتخاب کے لئے درج ذیل احکامات ہیں

ارشاد نبوی ﷺ ہے: ”عورت سے چار چیزوں کی وجہ سے شادی کی جاتی ہے اس کی مالداری کی وجہ سے، حسب نسب کی وجہ سے، خوبصورتی کی وجہ سے اور اس کی دین داری کی وجہ سے پس دیندار کو لے کر کامیاب ہو“ (صحیح بخاری باب الاکفاء فی الدین)

”جس شخص کو یہ چار چیزیں حاصل ہو جائیں اس کو دین و دنیا دونوں کی بہتری حاصل ہو گئی ایک شکر گزار دل، دوسرے ذاکر زبان، تیسرے مصائب پر صبر کرنے والا جسم اور چوتھے ایسی بیوی جو گناہ سے اجتناب کرنے والی اور شوہر کے مال کی محافظ ہو“

اسی طرح شوہر کے انتخاب کے لئے بھی احکامات نبوی ﷺ ہیں ”تمہارے پاس جب کوئی ایسا شخص نکاح کا پیغام لے کر پہنچے جس کا دین و اخلاق تم کو پسند ہے تو اس سے شادی کر دو ورنہ زمین میں فتنہ فساد پھیل جائے گا“

فقہاء کرام کے مطابق:

”عورت ایسے مرد کو اپنا شوہر بنائے جو دیندار، با اخلاق اور وسیع نظر ہو عورت ایسے مرد کو شوہر نہ بنائے جو دین سے بیگانہ ہو“

”باپ اپنی جوان بیٹی کو کسی بوڑھے اور بد صورت مرد سے نہ بیاہے“ یہ کنواری لڑکی کے احکامات ہیں

بیوہ یا مطلقہ کے لئے درج ذیل ہدایات ہیں

حدیث

- ”شوہر دیدہ عورت کی شادی اس وقت تک نہ کی جائے جب تک اس سے حکم نہ لے لیا جائے اور کنواری عورت کا نکاح اس وقت تک نہ کیا جائے جب تک اس کی اجازت نہ کر لی جائے“
- ایک اور حدیث ہے: ”وہ عورت جو شوہر دیکھ چکی ہے بذات خود ولی سے زیادہ حقدار ہے اور کنواری سے اس کا باپ اجازت حاصل کرے اور اس کی اجازت اس کا چپ رہنا ہے“

- اسلام عورت کو مناسب وقت پر پاکیزہ نکاح کا اپنی مرضی اور ولی کی رضامندی سے نکاح کا حق دیتاہے اوراس کے لئے اس کی فلاح کی خاطر مناسب شرائط اورواجبات بھی تجویز کرتا ہے

کفو کا حق

ازدواجی تعلق میں مودت و محبت اور خوشگواری کی وجہ سے خود مسلمانوں میں بھی بعض چیزوں میں کفو کا اعتبار کیا گیاہے مثلاً یہ کہ نیکوکار عورت کی شادی بدکار مرد سے نہ کی جائے گی قرآن پاک نے بتایا(النور03):

”زانی نکاح بھی کسی کے ساتھ نہیں کرتا سوائے زانیہ کے یا مشرکہ کے اور زانیہ کے ساتھ بھی اور کوئی نکاح نہیں کرتا سوائے زانی یا مشرک کے اور یہ مسلمانوں پر حرام کیا گیاہے“

اس سے معلوم ہوا کہ زناکار مرد اور زناکار عورت نیک مرد اور نیک عورت کے نہیں بلکہ وہ آپس میں ایک دوسرے کے کفو ہیں۔

قرآن پاک کے مطابق: ”کیا ایمان لانے والا (پستی و ذلت) اس درجہ میں ہو گا جس میں نافرمان ہے ؟ ہرگز دونوں برابر نہیں ہوسکتے“

اسی طرح عمر میں بھی کفو ملحوظ خاطر رکھنے کی تاکید ہے۔ سرور کائنات ﷺ نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہؓ کی شادی میں ہم عمری کالحاظ رکھا تھا۔فقہائے کرام لکھتے ہیں : ”باپ اپنی جوان لڑکی کی کسی بوڑھے اوربدصورت مرد سے شادی نہ کرے“

کفاءت کا سوال عورت کے سلسلے میں پیدا ہوتا ہے مرد کے بارے میں سب کا اتفاق ہے کہ وہ اپنے سے کم تر حیثیت کی عورت سے نکاح کر سکتاہے۔ البتہ زیادہ تر فقہاء کرام کے نزدیک عورت کا

نکاح اس کی حیثیت یا اس سے بر تر حیثیت کے مرد سے ہونا چاہیے ورنہ وہ اسے اپنی ذلت محسوس کرے گی اور ازدواجی تعلقات پر اس کا خراب اثر پڑے گا

فقہ حنفی میں کہا گیا ہے کفاءت کا اعتبار پانچ چیزوں میں کیا جاتا ہے وہ یہ ہیں نسب، آزادی، دین داری، مال اور صنعت و حرفت (پیشہ) نسب کے سلسلے میں کہا جاتا ہے کہ قریش اور غیر قریش، عرب و عجم ایک دوسرے کے برابر نہیں ہیں۔ اس لئے ایک قریشی مرد کا کفو غیر قریشی مرد نہیں ہیں

اسی طرح جو عورت عرب سے تعلق رکھتی ہے، عجم کا رہنے والا اس کا کفو نہیں ہے

ایک تقسیم قدیم الاسلام اور جدید اسلام کی بھی کی گئی ہے اس لحاظ سے نو مسلم کو خاندانی مسلم کے مساوی نہیں قرار دیا گیا۔

جہاں تک آزادی اور غلامی کا سوال ہے علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر کوئی باندی آزاد ہو جائے اور اس کا شوہر غلام ہو تو اسے حق خیار حاصل ہو گا وہ چاہے تو غلام شوہر سے اس کا نکاح فسخ ہو جائے گا (ملا علی قاری مرقاۃ المفاتیح 6/252) اس کی وجہ یہ ہے کہ جو غلام ہے وہ آزاد عورت کا کفو نہیں ہے۔ فقہ حنفی میں کہا گیا ہے کہ جو شخص خاندانی طور پر آزاد چلا آرہا ہے اس کا کفو وہ شخص نہیں ہے جسے یا جس کے باپ کو غلامی سے آزادی ملی ہے۔ دین کے معاملے میں اس بات پر اتفاق ہے کہ کوئی بے دین اور فاسق و فاجر شخص دین دار عورت کا کفو نہیں ہے۔ مال کے متعلق کہا جاتا ہے کہ مالی لحاظ سے کمزور شخص دولتمند عورت کا کفو نہیں ہے۔

معاشرے میں بعض پیشوں کو اعلی اور بعض کو ادنیٰ ہمیشہ سمجھا جاتا رہا ہے۔ اس بنیاد پر وہ افراد اور خاندان جنہوں نے اعلی پیشے اختیار کئے یا جن کو یہ حاصل رہے ان کو برتر قرار دیا گیا اور ان افراد اور خاندان کو ان کا کفو نہیں سمجھا گیا ہے جن کے پاس ادنیٰ یا معمولی پیشے تھے۔ آج کل کے زمانے میں

بعض کم پیشوں کی اولاد بھی علم حاصل کر کے آگے نکل گئے ہیں لہذا وہ اعلی پیشوں کے کفو بن گئے ۔علم کے شرف سے ہر نسب اور شرف نیچے ہے۔عالم کسی بھی عورت کا کفو بن سکتا ہے،اس کا نشب جو بھی ہو اگرچہ اس کا نسب بھی معروف نہ ہو۔

کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لاگ سونے چاندی کی کانوں کی طرح کانیں ہیں،ان کے جاہلیت میں بہترین اسلام میں بھی ہیں جبکہ وہ علم حاصل کر لیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"اللہ تم میں سے جو ایمان لائے اور جنہیں علم دیئے گئے ہیں۔ان کے درجات کو بلند کرتا ہے" (سورۃ المجادلہ:11)

"کہہ دیجئے کیا برابر ہیں وہ جو جانتے ہیں اور جو نہیں جانتے ہیں" (سورۃ الزمر:10)

یعنی ایک کم نسب کا آدمی علم و فضل کے ذریعے اعلیٰ نسب کی عورت کا کفو ہو سکتا ہے۔عجمی کو کوئی نسب کا کفو نہیں ہوتا۔ امام شافعیؒ اور ان کے اکثر اصحاب سے مروی ہے ان کے آپس میں بھی نسبوں میں کفو معتبر ہے اور عرب پر قیاس کیا جائے، کیونکہ جب ان میں سے کوئی عورت کم نسب والے مرد سے نکاح کرلے تو انہیں بھی عار دلائی جاتی ہے

فقہ حنفی میں کفائت کے مسئلہ میں سب سے زیادہ اہمیت بظاہر نسب کو دی گئی ہے لیکن اس کے ساتھ دین اور اخلاق کی اہمیت کو بھی پوری طرح تسلیم کیا گیا ہے۔ چنانچہ کہا گیا ہے کہ کسی دین دار خاندان کی عورت کا کفو کوئی اخلاق باختہ یا فاسق وفاجر شخص نہیں ہو سکتا اس لئے کہ ایک دیندار عورت شوہر کے فسق وفجور سے اس کے ضعف نسب کے مقابلے میں زیادہ عار محسوس کرے گی

الْخَبِيثَاتُ لِلْخَبِيثِينَ وَالْخَبِيثُونَ لِلْخَبِيثَاتِ ۖ وَالطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِينَ وَالطَّيِّبُونَ لِلطَّيِّبَاتِ ۚ أُولَٰئِكَ مُبَرَّءُونَ مِمَّا يَقُولُونَ ۖ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ﴿٢٦﴾

ناپاک عورتیں ناپاک مردوں کے لئے اور ناپاک مرد ناپاک عورتوں کے لئے۔ اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لئے۔ اور پاک مرد پاک عورتوں کے لئے۔ یہ (پاک لوگ) ان (بدگویوں) کی باتوں سے بری ہیں (اور) ان کے لئے بخشش اور نیک روزی ہے ﴿۲۶﴾

ولی کے مشورے کا حق

ایک عاقل بالغ لڑکے اور لڑکی کو اسلام جس طرح حدود اللہ میں رہ کر شادی کی آزادی کا حق دیتا ہے اسی طرح ان کے والدین یا سرپرستوں یا دیگر بزرگ اقرباء کو بھی یہ حق دیتا ہے کہ وہ اس سلسلے میں اپنے تجربات کی روشنی میں معتدل مشورے دے سکتے ہیں اور ان کو مشورہ دینا بھی چاہیے مگر دباؤ نہیں ڈال سکتے۔ شادی کرنے والے جوڑے کو بھی چاہیے کہ اپنے بزرگوں کے مشوروں کو قبول کریں کہ ان کی رائے پختہ اور محبت و شفقت سے بھرپور ہوتی ہیں ولی پر یہ بھی حق ہے کہ وہ اپنے زیر کفالت یا زیر سرپرستی افراد کی اپنی استطاعت کے مطابق نکاح میں مالی طور پر مدد بھی کرے۔

منگنی کا شرعی حکم

منگنی محض ایک قوم و قرار ہے اس بات کا کہ آئندہ اس لڑکی کا نکاح فلاں شخص سے کیا جائے گا۔ یہ بجائے خود نکاح نہیں ہے البتہ فریقین کے درمیان ایک طرح کا عہد و پیمان ضرور ہے جس سے پھر جانا درست نہیں اِلّا یہ کہ اس کے لئے کوئی معقول وجہ موجود ہو۔

اگر منگنی کے بعد فریقین میں سے کسی ایک پر دوسرے کا کوئی عیب ظاہر ہو جو پہلے معلوم نہ ہو یا چھپایا گیا تھا تو بلا شبہ اس قول و قرار کو ختم کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اس طرح کی کسی معقول وجہ کے بغیر یونہی اسے ختم کر دینا یا کسی غیر معقول وجہ کی بناء پر اس سے پھر جانا ہر گز جائز نہیں ہے دوسری بد عہدیوں کی طرح یہ بھی ایک بد عہدی ہے جس پر انسان خدا کے ہاں جواب دہ ہو گا (ترجمان القرآن محرم، صفر 1372ھ اکتوبر، نومبر 1952ء)

"ہاں البتہ اسلام اس بات کی اجازت نہیں دیتا کی منگنی کے بعد لڑکی لڑکا ایک دوسرے کو میاں بیوی سمجھنے لگیں اور ان میں میل ملاقات آزادانہ ہونے لگے کیونکہ منگنی نکاح نہیں۔ نیز حدیث شریف میں منگنی کو خفیہ رکھنے کا حکم ہے اور نکاح کے اعلان کا" (ڈاکٹر نور احمد شاہتاز۔ شیخ زید اسلامک سینٹر)

جہیز کا حق

جہیز وہ گھریلو سامان ہے جس کو عورت اور اس کے گھر والے تیار کرتے ہیں تا کہ وہ گھر میں اس کے ساتھ رہے جبکہ خاوند اس کے ساتھ داخل ہے بس ایک رواج ہے جس پر لوگوں کی عادت جاری ہے۔ شرعی طور پر گھریلو تیاری اور جن سامانوں کی ضرورت ہو مثلاً بستر، آلات وغیرہ تو اس کا ذمہ دار خاوند ہو گا بیوی پر ان میں سے کسی چیز کی ذمہ داری نہیں ہے۔ عورت حق مہر کی مستحق تو اس کے بدلے میں ہوتی ہے جو فائدہ اس سے حاصل ہوتا ہے۔ زوجیت کے گھر کے لئے سامان تیار کرنے کی وجہ سے نہیں، مہر خالص اس کا حق ہے نہ خاوند کا ہے، نہ اس کے باپ کا اور نہ کسی اور کا اس پر کوئی حق ہے

اسلام کا نقطہ نظر درج ذیل نکات سے واضح ہوتا ہے

- شادی کے بعد لڑکی اور لڑکے کو گھر بسانے میں تعاون کے لئے دونوں گھر والے مدد کر سکتے ہیں اور کچھ چیزیں عاریتاً بھی لے سکتے ہیں لیکن یہ نہ تو واجب اور فرض ہے کہ تعاون نہ کرنے والا فریق ملزم گردانا جائے اور نہ نکاح کی شرط کہ اس کے بغیر نکاح ہی نہ ہوتا ہے
- شادی کے موقع پر تحفے اور ہدیے جواز کی حد تک ہیں نہ کہ ضروری اور نہ دینے پر برا ماننا بھی ضروری نہیں ہے۔ تحفہ اور ہدیہ خوشدلی سے ہوتا ہے تاوان نہیں ہے
- شادی کے موقع پر لڑکی کو جو زیور یا سامان دیا جاتا ہے اس کے بارے میں یہ تصوّر صحیح نہیں ہے کہ وہ شوہر یا سسرال کی ملکیت ہے۔ اس کی مالک اصلاً لڑکی ہوتی ہے اس کی اجازت کے بغیر اس میں تصرّف نہیں کیا جا سکتا
- آخری بات یہ ہے کہ اسلام نے نکاح کو آسان رکھا ہے۔ اس لئے معاشرے کی وہ ساری بندشیں جن سے اس میں دشواری پیدا ہو قابل مذمت ہیں اور ان سے ایک مسلمان کو احتراز کرنا چاہیے

مہر کا حق

اسلام نے عورت کا جو اچھا خیال اور احترام رکھا اس میں سے یہ بھی ہے کہ اسے اس کا "مہر" دو۔ اسلام کے سوا کسی مذہب میں شادی کے وقت عورت کو کچھ دینے کی ہدایت نہیں ہے

قرآن پاک میں ارشاد ہے

فَمَا اسْتَمْتَعْتُم بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً ۚ

تو جن عورتوں سے تم فائدہ حاصل کرو ان کا مہر جو مقرر کیا ہو ادا کر دو

اس سے واضح ہوتا ہے کہ مرد نکاح کے ذریعے عورت سے جو فائدہ اٹھاتا ہے مہر اسی کا صلہ اور بدل ہے۔ قرآن پاک میں مہر کے لئے اجر، صدقہ اور فریضہ وغیرہ کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ مہر سے مرد عورت کو خرید تا نہیں ہے نہ عورت پر اس کو مالکانہ حقوق حاصل ہو جاتے ہیں بلکہ عورت کی انفرادی حیثیت بر قرار رہتی ہیں صرف اس سے جنسی استفادے کا حق اسے دیتا ہے۔ فائدہ اگرچہ عورت بھی اٹھاتی ہے لیکن اسے کسی معاوضے کا مکلّف قرار نہیں دیا گیا بلکہ اسے مرد کی صورت میں مالی، سماجی، قانونی، اخلاقی ہر طرح کا تحفظ عطا کیا گیا ہے

نکاح میں مہر کی ادائیگی ضروری ہے

وِلا جُنِاح عَلِیکُم اَن تَنکِحُوہُنِ اِذا اِتَیتُمُوہُنِ اِجُورہُنِ (الممتحنہ: 10)

اور تم پر کچھ گناہ نہیں کہ ان عورتوں کو مہر دے کر ان سے نکاح کر لو

نکاح اور بدکاری میں تمیز مہر ہی سے ہے

اَن تَبتَغُوا بِاَموالِکُم مُحصِنِینَ غیر مُسافِحِینِ (النساء: 24)

تم (ان عورتوں کو) اپنے مالوں کے بدلے طلب کرو قید نکاح میں لانے کے لئے نہ کہ بدکاری کے لئے

نبی پاک ﷺ کا ارشاد ہے

- ”جن شرطوں کو تم پورا کرتے ہو ان میں سب سے زیادہ پورا ہونے کی مستحق شرط وہ ہے جس کی وجہ سے تم نے عورتوں کی ناموس کو اپنے لئے حلال کیا ہے“(بخاری و مسلم)
- ” جس نے مال کے عوض کسی سے نکاح کیا اور نیت یہ رکھی کہ وہ اس مہر کو ادا نہیں کرے گا وہ دراصل زانی ہے“(کنزالعمال)

اس لئے بعض فقہاء کا یہ قول ہے کہ مہر ارکان نکاح میں سے ہے اگرچہ بوقت نکاح اس کا ذکر بھی نہ ہوا ہو۔شوافع اس کو عورت کا حق قرار دیتے ہیں جبکہ احناف اس کو شریعت کا حق قرار دیتے ہیں

- مہر خوشی سے ادا کرنا چاہیے

ارشادِ ربّانی ہے

وَاٰتُوا النِّسَاۗءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً (النساء : 04)

اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دے دیا کرو

مہر کے لئے لفظ **صدقہ** استعمال کرنا بڑا بامعنی ہے۔یہ لفظ **صدق** سے بنا ہے جو کذب کی ضد ہے۔مہر کے لئے لفظ صدقہ اس لئے استعمال کیا گیا ہے کہ اس کا میاں بیوی کے درمیان موجود ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ دل کی سچائی سے شریعت کی موافقت کرتے ہیں یا مہر شوہر کے دعوائے محبت میں سچا ہونے کی دلیل ہے۔پھر آگے لفظ "نحلۃ" سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ یہ مہر خود بخود خوشی سے ادا کیا جائے گا۔اس میں ٹال مٹول نہ ہو گی۔

- قرآن و سنت کی رو سے مہر ادا کرنا لازمی ہے اس کے بغیر نکاح منعقد نہیں ہوتا اگر کوئی شخص نکاح کے وقت مہر کا ذکر بھی نہ کرے یا یہ شرط لگا دے کہ وہ مہر ادا نہیں کرے گا۔اس میں بندے کا کوئی اختیار نہیں کہ وہ دے یا نہ دے۔لہذا مہر کا حکم قطعی ہے اور تا قیامت ابدی ہے
- یہ مفروضہ کہ چونکہ عورت خود کما رہی ہے، اس لئے مہر کی اہمیت نہیں غلط ہے۔مہر عورت کا اور اسکی، اسکے شوہر پر اہمیت کا احساس ہے کیونکہ شوہر بھی یہ سمجھتا ہے کہ اس نے رقم خرچ کر کے زوجیت کے حق حاصل کئے اور اگر وہ ادا نہ کرے گا تو عورت اپنے آپ کو اس سے روک سکتی ہے رقم خرچ کر کے وہ حتی الامکان نبھانے کی کشش بھی کرے گا
- شریعت نے از مہر کی مقدار نہیں کی بلکہ ہر آدمی پر حسب توفیق بوجھ ڈالا ہے

لِيُنفِقْ ذُو سَعَةٍ مِّن سَعَتِهِ وَمَن قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ فَلْيُنفِقْ مِمَّا آتَاهُ اللَّهُ

لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا مَا آتَاهَا

صاحب وسعت کو اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرنا چاہیئے۔اور جس کے رزق میں تنگی ہو وہ جتنا خدا نے اس کو دیا ہے اس کے موافق خرچ کرے۔خدا کسی کو تکلیف نہیں دیتا مگر اسی کے مطابق جو اس کو دیا ہے

اس سے ثابت ہوا کہ مہر حسب توفیق ہو (اگرچہ یہ آیت بالعموم خرچ کے لئے ہے لیکن مہر بھی خرچ ہے) اپنی خوشی، حیثیت اور عورت کی خصوصیات کو مدّ نظر رکھتے ہوئے مہر مقرر کیا جائے جس پر میاں بیوی دونوں کی باہمی رضامندی ہو چاہے وہ لاکھوں روپیہ ہو یا محض چند روپوں پر مشتمل ہو۔

دوسری طرف نبی پاک ﷺ کے ارشاد کو بھی مدّ نظر رکھا جائے

”وہ نکاح بڑی برکت والا ہے جس میں محنت کم ہو“۔(مسند احمد شعیب الایمان)

جنسی حق

شادی کے بعد عورت کا مرد پر حقوق زوجیت کا سب سے بڑا حق ہے، جسے شوہر کو ہر صورت پورا کرنا لازمی ہے۔ اِلّا یہ کہ کوئی شرعی عذر شوہر یا بیوی کے ساتھ ہو اس کے علاوہ حیض و نفاس اور رمضان میں سحری کے بعد جنسی تعلق کی ممانعت ہے

قرآن پاک میں ارشاد ہے

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ
وہ(عورتیں)تمہاری پوشاک ہیں اور تم ان کی پوشاک ہو

نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ
تمہاری عورتیں تمہارای کھیتی ہیں تو اپنی کھیتی میں جس طرح چاہو جاوٗ۔

لیکن یہ بیوی کا حق ہے کہ اس سے لطف انداز ہونے میں اعتدال، جو اسلام کے ہر عمل میں بنیادی تاکید ہے، لازمی جز ہے ورنہ محبت و مودت کا یہ بنیادی عمل نفرت اور دل کی دوری کا سبب بن جائے گا

امام جالینوس نے اپنی کتاب "حفظ الصحۃ" میں لکھا ہے”بیوی سے اختلاط مخصوص اعتسال کے ساتھ تندرستی کے مختلف ذرائع میں سے ایک بڑا ذریعہ ہے اور بہت سے امراض کی شفاء ہے“ (حاشیہ مکتوبات شیخ الاسلام:11)

علامہ نفسی لکھتے ہیں

”مقاربت کرنے سے حرارت غزیری بڑھتی ہے اور یہ فعل بدن کو غذا قبول کرنے کی صلاحیت بخشتا ہے، انسان کو خوش رکھتا ہے غصہ کو ختم کرتا ہے اور بہت سے سوداوی اور بلغمی امراض کے لئے مفید ہے۔ترک مقاربت صحت کے لئے مضر ہے اور اس سے پرہیز کرنے والا بہت سی تکلیفوں اور مہلک بیماریوں میں مبتلا ہو جاتا ہے لیکن اس کی کثرت قوت کو گھٹا دیتی ہے۔ رگ، پٹھوں کو نقصان پہنچاتی ہے۔ پھر رعشہ، فالج اور تشنج اس سے پیدا ہوتا ہے“(نفسیی:415)

چونکہ اس حق کو ادا کرنے میں دونوں فریقین کی باہمی خوشی اور صحت پوشیدہ ہے۔لہذا اسے ادا کرنے میں بھی ملاحت رضامندی اور اعتدال کو ضرور شامل ہونا چاہیے

حسن سلوک کا حق

اگر شوہر کو کسی عورت کے کسی قول و فعل سے اذیت پہنچے تو ایسے ہر موقع پر صبر و تحمل سے کام لینے کی تاکید ہے

وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ فَإِن كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا

اور ان کے ساتھ اچھی طرح رہو سہو اگر وہ تم کو ناپسند ہوں تو عجب نہیں کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور خدا اس میں بہت سی بھلائی پیدا کر دے

ارشاد نبوی ﷺ میں اشارہ ہے:

”کوئی مسلمان مرد کسی عورت کو اس لئے مبغوض نہ رکھے کہ اس کی کوئی عادت ناگوار لگتی ہے اس لئے کہ اگر ایک عادت ناپسند ہے تو اس کی کوئی دوسری عادت پسندیدہ ہوگی“(مسلم: کتاب الرضاع، باب الوصیہ النساء1467)

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں

” عورتوں کی نرمی سے بتدریج اصلاح کی سعی پیہم کرنی چاہیے کہ مرد پر اس قدر اصلاح کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے نیز حدیث مذکور میں اس طرف رہنمائی کی گئی ہے کہ عورتوں کے ساتھ مدارات اور محبت و الفت کا برتاؤ ناگزیر ہے ساتھ ہی یہ تدبیر بھی ہے کہ عورتوں کی بہت سی باتوں سے عفوو درگزر کیا جائے۔ ان کی بد خلقی پر صبر و تحمل سے کام لیا جائے اگر کوئی ایک یا زیادہ عادتیں ناپسند ہیں تو دیگر اچھی عادتوں پر ہی نظر رکھے اس کے جائز مطالبات مانے اس سے رحم دلانہ رویہ رکھے“

ظلم وتعدی کی ممانعت کا حق

پروردگار عالم کا ارشاد ہے

وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوا ۚ

وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ ۚ وَلَا تَتَّخِذُوا آيَاتِ اللَّهِ هُزُوًا

اور اس نیت سے ان کو نکاح میں نہ رہنے دینا چاہئے کہ انہیں تکلیف دو اور ان پر زیادتی کرو۔ اور جو ایسا کرے گا وہ اپنا ہی نقصان کرے گا اور خدا کے احکام کو ہنسی (اور کھیل) نہ بناؤ

یوں تو یہ آیت طلاق کے سلسلے میں ہی ظلم و تعدی کی روک تھام کے لئے اتری مگر غور کیا جائے تو اس معجزانہ بیان میں بڑی جامعیت ہے اور عورت کے حالات پر ربّ العزت نے رحم فرمایا اور مردوں کی زیادتی سے روکا۔ نبی کریم ﷺ نے عورت کی تلون مزاجی کو سامنے رکھتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ: ”تم میں سے کوئی اپنی بیوی کو اس طرح نہ پیٹنے لگے جس طرح غلاموں کو پیٹا جاتا ہے اور پھر دن کے دوسرے حصے میں جنسی میلان کی تکمیل کے لئے اس کے پاس پہنچے“(بخاری، کتاب النکاح باب مالکیرہ من ضرب فی الاستنثار 142)

ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

”اپنی شریک حیات کو لونڈی کی طرح ہر گز نہ مارو“ (ابو داؤد، کتاب اطہارۃ باب فی فی الاستنثار 142)

”جو تم کھاؤ اس کو کھلاؤ اور جو تم پہنو اس کو پہناؤ اس کے چہرے پر نہ مارو نہ اسے برا بھلا کہو اور سوائے گھر کے ناراض ہو کر علیحدگی اختیار نہ کرو“(ابو داؤد، کتاب النکاح، باب فی المراۃ علی زوجھا 2142)

یہ ساری تاکید نبی کریم ﷺ اس لئے فرما رہے کہ بعض موقعوں پر مردوں کو اجازت دی گئی ہے کہ بعض خاص حالات میں عورتوں کو تنبیہہ کی جاسکتی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ مرد اس اجازت سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں اور عورتوں کو ستانے یا اذیت دینے لگیں یا اس کو حقارت کی نگاہ سے دیکھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ازواج مطہرات کے ساتھ جو برتاؤ اور حسن سلوک کر کے دکھایا، عبرت کے اسباق سے وہ معمور ہے۔ نازک ترین مواقع میں بھی جسمانی اذیت پہنچانے کا خیال بھی نہیں کیا۔ حالانکہ قرآن میں **جسمانی اذیت** تک کی اجازت خاص حالات میں دی گئی ہے۔ یعنی ارشاد ہوا:

وَالّٰتِی تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ

فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْهِنَّ سَبِیْلًا ۚ

"اور جن عورتوں کی نسبت تمہیں معلوم ہو کہ سرکشی (اور بدخوئی) کرنے لگی ہیں تو (پہلے) ان کو (زبانی) سمجھاؤ (اگر نہ سمجھیں تو) پھر ان کے ساتھ سونا ترک کردو اگر اس پر بھی باز نہ آئیں تو زدوکوب کرو اور اگر فرمانبردار ہوجائیں تو پھر ان کو ایذا دینے کا کوئی بہانہ مت ڈھونڈو"

پیغمبر اسلام ﷺ کا اسوہ حسنہ بتا رہا ہے کہ عملی طور پر اس اجازت سے مجبوریوں کے خاص حالات ہی میں فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ قرآن میں جو کچھ فرمایا گیا ہے اس کا مطلب ہے کہ ضد اور ہٹ دھرمی کی صورت میں پہلا درجہ یہ ہے کہ مرد عورت کو زبان سے سمجھائے اور منالینے کی کوشش کرے۔ دوسرا درجہ جب زبانی نصیحت بے اثر ہو کر رہ جائے تب حکم دیا گیا ہے کہ اپنی خوابگاہ میں عورت کے ساتھ سونا چھوڑ دے اور علیحدگی کی یہ شکل بھی جب ناکام ہو جائے تب (واضربوھن) کی اجازت سے چاہے تو مرد فائدہ اٹھا سکتا ہے لیکن اس ضرب یا مار کی نوعیت کیا ہو؟ رسول اللہ ﷺ نے اس کی حدبندی کرتے ہوئے فرمایا:"ان عورتوں کو مارو اس طرح کہ جسم پر گہرے زخم نہ لگیں"

حسن سلوک کا حق

آنحضرت ﷺ فرمایا کرتے تھے:"تم میں بہتر وہ ہے جو اپنے اہل و اعیال کے لئے بہتر ہے اور خود میں اپنے اہل و اعیال کے لئے سب سے بہترین آدمی ہوں اور جب تمہاری رفیقہ حیات مر جائے تو اس کے لئے دعا کرو"

"ایمان میں کامل ترین مومن وہ ہے جو اخلاق میں سب سے اچھا ہو اور تم میں بہترین وہ ہے جو اپنی بیویوں کے لئے بہترین ثابت ہو گا"(ترمذی، کتاب الرضاع، باب ما جاء فی حق المراۃ علی زوجھا 1126)

یہ طرز بیان بتاتا ہے کہ مردوں کو اپنی بیویوں کے حق میں سراپا محبت و شفقت ہونا چاہیے اور بیوی کی ہر جائز دلداری کرنی چاہیے

بیوی کے لئے نظافت کا اہتمام

اسلام نے عورت کے ہر معمولی سے معمولی حق کا بھی ذکر و خیال کیا ہے۔ مثلاً کہ بیوی کے سامنے آئے تو صاف ستھرے کپڑوں میں آئے تاکہ اس کو دیکھ کر بیوی کو مسرت ہو اور یہ محسوس کر کے خوش ہو کہ ہمارا شوہر وضع قطع میں صاف ستھرا اور پاکیزہ مزاج ہے۔

حدیث پاک ﷺ میں ہے کہ "اللہ پاک ہے، پاکی کو پسند کرتا ہے، اللہ پاکیزہ ہے اور پاکیزگی کو محبوب رکھتا ہے "(ترمذی، کتاب الارباب، باب ماجاء فی النظافۃ 27799)

بیویوں کے لئے سامان

فقہائے کرام نے اس کی تفصیل کی ہے کہ مردوں کے فرائض میں سے ایک یہ فریضہ بھی ہے کہ بیوی کو ایسا سامان فراہم کرے جس سے وہ اپنے آپ کو صاف ستھرا رکھ سکے

"اتنا پانی بھی فراہم کر کے دینا شوہر پر ضروری ہے جس سے وہ اپنا بدن اور کپڑے دھو سکے" (عالمگیر مصری /569)

شوہر اگر سفر پر گیا ہوا ہے اس کو واپسی کے وقت چاہیے کہ کسی کے ذریعے اپنی آمد کی اطلاع کر دے، دفعتاً پہنچنے کی کوشش نہ کرے "تاکہ عورت اپنی پراگندگی درست کرلے" (بخاری، کتاب النکاح، باب تزویج الثیبات 5079)

عورت کا مصیبت میں اظہار وفاداری کا حق

شوہر کا یہ بھی اخلاقی فریضہ ہے کہ بیوی کے ساتھ وفاداری اور خوش اخلاقی کا برتاؤ کرے، اگر حوادث زمانہ کی وجہ سے عورت پر کوئی ناگہانی آجائے تو محبت اور لطف و کرم میں کمی نہ کرے بلکہ پہلے سے بڑھ کر اخلاق و محبت سے پیش آئے۔ اگر کسی بیماری کی وجہ سے اس کی شکل و صورت میں فرق آجائے تو عورت کی بد صورت دیکھ کر بے مروتی اور بد اخلاقی کا برتاؤ نہ کرے۔ انسانیت کا بھی یہ ہی تقاضہ ہے

حدیث مبارکہ میں ارشاد فرمایا: "اس پر رحم نہیں کیا جاتا جو رحم نہیں کرتا" (بخاری، کتاب الارب، باب رحمۃ الولد و تقبیلہ و معانقۃ 5997)

بیوی سے دوری

حضرت عمرؓ نے بیوی سے دور رہنے کی مدّت حضرت حفصہؓ (ازواج مطہرات) سے پوچھ کر چار مہینے طے کی جیسا کہ انہوں قرآن کی اس آیت سے اخذ کیا

لِلَّذِينَ يُؤْلُونَ مِن نِّسَائِهِمْ تَرَبُّصُ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ فَإِن فَاءُو فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٢٢٦﴾ وَإِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَإِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿٢٢٧﴾

جو لوگ اپنی عورتوں کے پاس جانے سے قسم کھالیں ان کو چار مہینے تک انتظار کرنا چاہیئے۔ اگر (اس عرصے میں قسم سے) رجوع کرلیں تو خدا بخشنے والا مہربان ہے ﴿۲۲۶﴾ اور اگر طلاق کا ارادہ کرلیں تو بھی خدا سنتا (اور) جانتا ہے ﴿۲۲۷﴾

بیوی پر اعتماد کا حق

مرد کا یہ بھی فریضہ ہے کہ بیوی پر اعتماد کرے اور گھر کے اندرونی معاملات اس کے حوالے کر دے تاکہ وہ اپنی حیثیت کو جان سکے اور اس کی عزت و عظمت اور اس کا وقار اس میں خود اعتمادی پیدا کرے۔ ارشاد نبی ﷺ ہے کہ: ”عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کے بچوں کی نگران ہے“

بیوی کی رازداری

بیوی کا مرد پر ایک حق یہ بھی ہے کہ مرد عورت کے پردے کی بات دوسروں سے نہ کہے بلکہ اس راز کو راز ہی کے درجے میں رہنا دے۔ نبی کریم ﷺ نے اس سے سختی سے منع فرمایا کہ کوئی مرد اپنی بیوی کے پردے کی باتوں کو افشاں کرے۔

حدیث ہے:

”لوگوں میں اللہ کے نزدیک قیامت کے دن بدترین شخص وہ ہے جو اپنی بیوی کے پاس جائے اور اس کی بیوی اس سے ملے پھر مرد اس راز کی بات کو پھیلائے“

بیوی کو والدین سے ملنے کی اجازت

بیوی کے حقوق میں یہ بھی ایک حق ہے کہ اس کے اس کے ماں باپ سے ملاقات کی اجازت دے اور محرم رشتہ داروں سے اگر کوئی فساد کا خدشہ نہ ہو۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ ہفتہ میں ایک دن والدین سے ملنے کے لئے جائے تو شوہر کو روکنا نہیں چاہیے۔ مگر جب کہ بیوی کے والدین کسی معقول عذر کی وجہ سے خود حاضری سے مجبور ہوں، ورنہ وہ خود لڑکی سے مل لیں (در مختار۔ باب النفقہ)

نفقہ کا حق

شریعت نے جہاں مردوں پر بیویوں کی بہت ساری ذمہ داریاں عائد کی ہیں ان میں سے ایک ذمہ داری یہ بھی ہے کہ بیوی کو نفقہ (کپڑا، کھانا اور گھر) دیا کرے اور بیوی کو ان ضروریات سے بے نیاز کر دے جو اس کے لئے ضروری ہیں تاکہ وہ بال بچوں کی تربیت آزادی کے ساتھ کر سکے۔ اس بات کا حکم قرآن و حدیث دونوں سے ثابت ہے۔

لِيُنفِقْ ذُو سَعَةٍ مِّن سَعَتِهِ وَمَن قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ فَلْيُنفِقْ مِمَّا آتَاهُ

اللَّهُ لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا مَا آتَاهَا

صاحب وسعت کو اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرنا چاہیئے۔ اور جس کے رزق میں تنگی ہو وہ جتنا خدا نے اس کو دیا ہے اس کے موافق خرچ کرے۔ خدا کسی کو تکلیف نہیں دیتا مگر اسی کے مطابق جو اس کو دیا ہے۔

وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا

اور دودھ پلانے والی ماؤں کا کھانا اور کپڑا دستور کے مطابق باپ کے ذمے ہو گا۔ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دی

احادیث کے مطابق:

”تم ان (بیویوں) کے ساتھ کپڑا اور کھانا دینے میں خوش اخلاقی کا برتاؤ کرو“ (ترمذی، کتاب الرضاع، باب ماجاء حق المراۃ علی زوجھا1163)

” جو تم کھاؤ وہ اس کو بھی کھلاؤ اور جو تم پہنو اس بھی پہناؤ، اس کے چہرے پر نہ مارو۔ اسے بدصورت نہ کہو اور صرف گھر کی حد تک اسے چھوڑدو“(احمد بن حنبل، مسند امام احمد ج4، ص446)

نفقہ کی حق دار بننے کی شرائط

قرآن و حدیث سے اخذ کرکے فقہاء کرام نے نفقہ کا حقدار بننے کے لئے درج ذیل شرائط کی موجودگی لازم قرار دی ہے

1. عقد زواج صحیح ہو
2. عورت اپنا نفس خاوند کے سپرد کردے
3. اسے فائدہ اٹھانے کا موقع دے
4. جہاں خاوند جانا چاہتا ہے جانے سے انکار نہ کرے (ماسوائے اس کے کہ اگر خاوند سفر کے ذریعے سے عورت کو تکلیف دینا چاہتا ہو یا عورت کو اپنی جان یا مال کی حفاظت پر خدشہ ہو)
5. وہ دونوں فائدہ حاصل کرنے والوں میں سے ہو (چاہے عورت بیمار یا عیب والی ہو مگر خاوند کو منع نہ کرتی یا مرد کسی عیب یا بیماری میں مبتلا ہے اور عورت ٹھیک ہے)

نفقہ کی حقدار صرف وہی بیوی ہو گی جو مندرجہ بالا تمام شرائط کو بحسن وخوبی پورا کر رہی ہو اگر ان شرطوں میں سے کوئی شرط پوری نہ ہو تو خرچ واجب نہ ہو گا

خرچہ کی حقدار نہ ہونے کی شرائط

درج ذیل صورتوں میں نفقہ ساقط ہو جاتا ہے

1. رخصتی نہ ہوئی ہو
2. عورت بہت چھوٹی ہو اور جماع ممکن نہ ہو (مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک)
3. عورت چھوٹی ہو اور خاوند کے گھر نہ ہو، لیکن اگر خاوند رکھنا چاہے تو نفقہ واجب ہو گا
4. مطلقّہ بیوی
5. عورت ساتھ رہتی ہے مگر داخل ہونے سے روکا، لیکن اگر اس نے شوہر سے کسی اور گھر منتقل ہونے کا مطالبہ کیا اور اس نے انکار کر دیا اور پھر وہ روکے تو خرچہ ساقط نہ ہو گا
6. اگر عورت جرم یا قرض میں قید کی گئی ہے یا اسے ظلماً روکا گیا ہو تو نفقہ واجب نہ ہو گا
7. کوئی غاصب غصب کرے اور اس کے اور اس کے خاوند کے درمیان حائل ہو جائے تو غصب کی مدت میں وہ نفقہ کی مستحق نہ ہو گی
8. کمانے والی عورت جو کمائی کے لئے گھر سے نکلتی ہے اور اس کے منع کرنے کے باوجود رکتی نہیں ہے تو وہ بھی خرچے کی مستحق نہ ہو گی
9. نفلی روزے اور اعتکاف کی وجہ سے اپنے نفس کو روکے رکھے لیکن اگر گھر غیر شرعی ہونے کی وجہ سے یا خاوند کے اپنے نفس اور مال پر امین نہ ہونے کی وجہ سے اس کی اطاعت سے نکلی ہے تو بھی نفقہ ساقط نہ ہو گا

10. عورت مرتد ہو جائے لیکن اگر مرد غیر مسلم ہو جائے تو نفقہ ساقط نہ ہو گا

مقدار نفقہ مرد پر معروف طریقے سے اپنی حیثیت کے مطابق خرچ کرنے کی ہدایت ہے۔ جس میں کھانا، لباس، گھر، علاج معالجہ اور زمانے کے لحاظ سے دیگر ضروریات کی فراہمی اپنی حیثیت و گنجائش کے لحاظ سے ہے کیونکہ قرآن و حدیث میں معروف خرچ کی ہدایت ہے نہ کہ فضول خرچی یا کنجوسی کی

نفقہ کی مقدار

- اگر شوہر کنجوس ہے اور بال بچوں کی ضروریات کے مطابق خرچہ پورا نہیں دیتا تو عورت اپنی ضرورت کے مطابق اس کے مال میں سے لے سکتی ہے جیسا کہ ہند بن عتبہؓ حضرت ابو سفیانؓ کی اہلیہ تھی اور انہوں نے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے شوہر کی کنجوسی کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "جو تجھے اور تیرے بچوں کو منسب طریقے سے کافی ہو وہ لے لو " (متفق علیہ)

خود سرور کائنات ﷺ کا بھی یہی دستور تھا کہ ازواج مطہرات کے نفقہ کا نظم فرمادیا کرتے بلکہ ایک ہی باغ اس کام کے لئے خاص کر رکھا تھا، جس کا پھل فروخت کر کے سال بھر کا نفقہ ایک ہی دفعہ میں جمع کرا دیتے۔

"نبی ﷺ بنو نضیر کے کھجوروں کے باغ (کی کھجوریں) فروخت فرمایا کرتے اور اس کی قیمت قپنے اہل و اعیال کے سال بھر کے نفقہ کے لئے جمع فرمادیتے۔" (بخاری، کتاب النفقات 5357)

فقہاء نے نفقے کی ادائیگی کو واجب کہا ہے اور بیوی مالدار ہو، غریب ہو جیسی بھی ہو اگر اپنے شوہر کے زیر فرمان ہے تو نفقہ دلوایا جائے

در مختار باب النفقہ میں تحریر ہے ”لغت میں نفقہ اس چیز کو کہتے ہیں جو آدمی اپنے بال بچوں پر خرچ کرتا ہے اور شریعت میں نفقہ کھانا، کپڑا اور مکان کا نام ہے“ (مزید تفصیل فقہ کی کتابوں میں درج ہے)

سماجی تحفظ

عفت و عصمت کی نگہداشت کا حق

خاوند پر واجب ہے کہ اپنی بیوی کی حفاظت کرے اور جو چیز اس کی شرافت کی مخدوش کرے، اس کی عزت پر دھبہ لگائے، اس کی کرامت کو ذلیل کرے ہر اس چیز سے اس کی حفاظت کرے۔جو بری بات اس کے متعلق سنے اسے دور کرے۔

احادیث میں ہے

- " اللہ کو غیرت آتی ہے اور مومن کو بھی غیرت آتی ہے اور اللہ کو تب غصہ آتا ہے جب بندہ حرام کام کرے۔(صحیح بخاری :3199 حدیث نمبر 5223)۔
- تم لوگ عورتوں میں (بالخصوص بے باک، بے حیاء)جانے سے نہایت ہی پر ہیز کیا کرو۔(تجرید بخاری ج 2 ص 336)۔
- اگر تیرے مکان میں کوئی بھی شخص تیری بلا اجازت جھانکے تو اس واسطے اس کی آنکھ کنکری مار کر پھوڑ دینا جائز ہے تجھ پر کوئی جرم عائد نہ ہو گا۔(بحوالہ تجرید بخاری شریف جلد2صفحہ 368)۔

اسی طرح عورتوں کے لئے غض البصر کا حکم ہے، تا کہ وہ غیر مردوں کونہ گھوریں۔

جب آدمی پر یہ واجب ہے کہ اپنی بیوی پر غیرت کرے اسی طرح اس سے بھی یہ مطلوب ہے کہ اس غیرت میں معتدل رہے۔اس سے برا گمان کر کے مبالغہ نہ کرے اور اس کی سب حرکات وسکنات کو نوٹ کرنے میں زیادتی نہ کرے۔یہ چیز زوجیت کے تعلق کو خراب کرتی ہے اور جسے اللہ نے ملانے کا حکم دیا ہے اسے کاٹ دیتی ہے۔بحیثیت اس کے بچوں کی ماں کے مرد پر لازم ہے کہ خود بھی اس کی عزت و توقیر کرے اور اپنی اولاد کو بھی نصیحت کرے کہ ایک حدیث کے مطابق ماں کا حق باپ سے تین گنا زیادہ ہے۔

اولاد کے معاملے میں فیصلوں کا حق:

جب ماں کا اولاد پر باپ سے زیادہ ہے تو یقیناً ان کے متعلق فیصلوں میں ماں کی رائے وزنی رکھی جائے گی (بشرطیکہ میں ایک سمجھدار،معاملہ فہم عورت ہو) اسلام میں شوریٰ کا تصور ہر انفرادی اور اجتماعی معاملے میں اولین حیثیت رکھتا ہے۔سورہ شوریٰ کی آیت 38 میں ایمان لانے والوں کی خصوصیات میں بیان کیا گیا ہے۔

وَاَمرُهُم شُورىٰ بَينَهُم وَمِمَّا رَزَقنٰهُم يُنفِقُونَ (سورہ شوری آیت 38)

"اپنے معاملات آپس کے مشورے سے چلاتے ہیں۔ہم نے جو کچھ ہی رزق نہیں دیا اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔"

اگر چہ سربراہ ہونے کی حیثیت سے مرد کی رائے عورت کی رائے پر فوقیت رکھتی ہے۔

گھر کا حق:

عورت پر اس کی برداشت سے بڑھ کر مشقت ڈالنے کی ممانعت ہے۔جہاں منتقل ہورہے ہوں وہاں کے حالات سفرسب پرامن ہو۔بیماری ،وباؤں وغیرہ کا خطرہ نہ ہو۔بہت زیادہ مشقت مشکل حالات یا کوئی تہذیبی اور مالی پریشانی نہ ہو۔

گھر سے باہر کام کرنے میں اگر عورت کو مشقت و تکلیفیں برداشت کرتی پڑتی ہیں جس کی وجہ سے اس کی گھریلو زندگی اور اس کی صحت پر برے اثرات پڑ رہے ہیں تو بیوی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ مشقت میں پڑنے کے بجائے شوہر سے مکمل کفالت کا اپنا حق طلب کرے اس سلسلے میں عورت عدالت سے بھی رجوع کر سکتی ہے۔ اسلامی شریعہ ہر حال میں مرد کو کفالت کا پابند بناتی ہے ورنہ اسلامی حکومت خود ذمہ داری اٹھائے۔

طلب علم کا حق:

جو علم عورت سیکھنا چاہتی ہے اگر وہ اس پر فرض (فرض علم: اس عمل کا علم ہے جس کو اللہ نے فرض کیا ہے کیونکہ جس پر اللہ نے عمل فرض کیا ہے اس کا علم بھی فرض ہے) ہے تو خاوند پر لازم ہے کہ اسے وہ سکھائے اگر وہ خود کھا سکتا ہے۔اگر وہ تو نہیں کھاسکتا تو پھر اس پر لازم ہے کہ علماء اور علم کی مجالس میں جانے دے تا کہ وہ احکام دینیہ سیکھ لے اگر چہ خاوند کی اجازت نہ بھی ہو لیکن اگر بیوی احکام میں سے اپنے فرائض کا علم رکھتی ہے یا خاوند دین کی سمجھ رکھتا ہے اور اس کو سکھانے کی ذمہ داری اٹھا سکتا ہے تو عورت کو اس کی اجازت کے بغیر گھر سے نکلے کا حق نہ ہے۔

اسلامی تاریخ میں مثالیں موجود ہیں کہ شوہر کی اجازت سے عورت اپنی صلاحیتوں کا معاشی معاملات میں شوہر کا ہاتھ بٹانے کے لئے شرعی حدود کی پابندیوں کے ساتھ گھر سے باہر نکلتی رہی ہیں۔

ازدواجی اور گھریلو جھگڑوں میں:

اگر بیوی خاوند کی نافرمانی کرے کہا نہ مانے، اس کے بستر پر آنے سے انکار کرے یا اس کی اجازت کے بغیر گھر سے نکل جائے یا اس کے ناپسند بدہ لوگوں کو گھر بلائے تو پہلے مرحلہ پر

- اسے نصیحت کی جائے، اللہ کی یاد دلائی جائے، اسے وہ ضروری حق بتایا جائے جو اس پر اطاعت میں فرض ہے۔مخالفت اور نافرمانی کا گناہ سمجھایا جائے۔خاوند کے حق میں تنبیہ کی جائے اور بتایا جائے کہ اس طرح اس کا خرچہ اور لباس ختم ہو جائے گا۔
- دوسرے مرحلے میں اس کا بستر الگ کر دیا جائے۔کلام چھوڑ نا تین دن سے زائد نہ ہو۔حدیث "کسی مسلمان کو حلال نہیں ہے کہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑ دے"۔(احمد ابوداود)
- آخری مرحلہ مار کا آتا ہے، کیونکہ آیت کے مطابق:

وَالّٰتِی تَخَافُونَ نُشُوزَهُنَّ فَعِظُوهُنَّ وَاهْجُرُوهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوهُنَّ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ سَبِيلًا (سورۃ النساء34)

”اور جن عورتوں کی نسبت تمہیں معلوم ہو کہ سرکشی (اور بدخوئی) کرنے لگی ہیں تو (پہلے) ان کو (زبانی) سمجھاؤ (اگر نہ سمجھیں تو) پھر ان کے ساتھ سونا ترک کردو اگر اس پر بھی باز نہ آئیں تو زدوکوب کرو اور اگر فرمانبردار ہو جائیں تو پھر ان کو ایذا دینے کا کوئی بہانہ مت ڈھونڈو“

حدیث کے مطابق

”تمہارا ان پر حق ہے کہ جن لوگوں کو تم ناپسند کرتے ہو وہ انہیں تمھارے بستروں پر بیٹھنے نہ دیں اگر وہ ایسا کریں تو تم ان کو اس طرح مار سکتے ہو جو زیادہ شدت والی ضرب نہ ہو اور مرد پر لازم ہے کہ وہ چہرے اور ان جگہوں سے بچے جہاں نقصان کا خدشہ ہو کیونکہ مقصد تو ادب سکھانا ہے نقصان کرنا نہیں“۔(مسند امام احمد ج4 ص33)

- ضرب کے بعد بھی معاملہ درست نہ ہو تو ایسی شکل میں دونوں جانب سے نمائندے مقرر کر دیئے جائیں قرآنی ارشاد ہے

وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِنْ أَهْلِهَا (سورۃ النساء آیت35)

”اگر تم اوپر والوں کو ان دونوں میاں بیوی میں کشاکش کا اندیشہ ہو تو تم لوگ ایک آدمی جو تصفیہ کی لیاقت رکھتا ہوں مرد کے خاندان سے اور ایک آدمی جو تصفیہ کی لیاقت رکھتا ہوں عورت کے خاندان سے بھیجو۔“

- نمائندے مسلمان، بالغ، مخلص، سمجھدار، قابل بھروسہ ہوں۔
- تصفیے کی لیاقت رکھتے ہیں۔ حقدار کا حق سمجھتے ہوں حق و ناحق میں تمیز رکھ سکتے ہوں۔

- معاملات کو اپنے حدتک رکھنے اور ازدواجی ، اندرونی باتوں کو پھیلانے والے نہ ہوں۔
- اسلامی قانون، اور فقہ کی کم از کم تعلیمات رکھتے ہوں(تا کہ معاملات کو قرآن و سنت کی روشنی میں حل کیا جائے)۔
- معاملات حل تک پہنچنے کی بعد بھی زندگی بھرکبھی ان تلخیوں کود ہرانے والے نہ ہوں۔

خلع کا حق / شادی سے علیحدگی کا حق:

شرع اسلائی نے جس طرح مرد کویہ حق دیا ہے کہ جس عورت کو ناپسند کرتا ہے اور جس کے ساتھ وہ کس طرح نباہ نہیں کر سکتا اسے طلاق دے دے، اسی طرح عورت کو بھی بیان دیا ہے کہ جس مرد کو نا پسند کرتی ہو اور کسی طرح اس کے ساتھ گزر بسر نہ کرسکتی ہو اس سے خلع حاصل کر لے۔

طلاق یا خلع کا اختیار صرف ایک آخری چارہ کار کے طور پر استعمال کرنا چاہیے نہ یہ کہ محض خواہشات کی تسکین کے لئے طلاق اور خلع کھیل بنالیا جائے۔اس پہلو کے حوالے سے قرآنی ارشاداور احادیث کچھ یوں ہیں:

وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا (سورۃ النّسَاء:19)۔

ترجمہ : "اور عورتوں کے ساتھ اچھے طریقے سے زندگی گزارو اگر تم ان کو ناپسند کرو تو قریب ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور اللہ اس میں بہت خیر دے"

چنداحادیث:

1. اللہ مزے چکھنے والوں اور مزے چکھنے والیوں کو پسند نہیں کرتا۔
2. ہر طالب لذت ،بکثرت طلاق دینے والے پر اللہ نے لعنت کی ہے۔
3. جس کسی عورت نے اپنے شوہر سے اس کی کسی زیادتی کے بغیر خلع لیا اس پر اللہ اور ملائکہ کی اور سب لوگوں کی لعنت ہوگی خلع کو کھیل بنا لینے والی عورتیں منافق ہیں

لیکن قانون جس کا کام اشخص کے حقوق متعین کرنا ہے، اس پہلو سے بحث نہیں کرتا وہ جس طرح مرد کوشو ہر ہونے کی حیثیت سے طلاق کا حق دیتا ہے اسی طرح عورت کو بھی بیوی ہونے کی حیثیت سے خلع کا حق دیتا ہے تاکہ دونوں کے لئے بوقت ضرورت عقد نکاح سے آزادی حاصل کرنانا ممکن نہ ہو۔رشتہ ازدواج ایک مصیبت اور نفرت بڑھانے کا سبب بنے نتیجتاً اولاد پر منفی اثرات اور معاشرے کے بگاڑ کا ذریعہ نہ بن جائے۔

چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔

فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَا فِیْمَا افْتَدَتْ بِهٖ (سورۃ البقرۃ:229)

ترجمہ: سو اگر تم لوگوں کو احتمال ہو کہ وہ دونوں ضوابط الہیہ (حدوداللہ) کو قائم نہ کرسکیں، کبھی مضائقہ نہیں اگر عورت کچھ معاوضہ دے کر عقد نکاح سے آزاد ہوجائے۔

جس طرح مرد کو عورت سے علیحدگی کا حق دینے کی قیود ہیں مثلا:

- جو مہر یا جو سامان اس نے عورت کو دیا تھا اس میں سے کچھ واپس نہ لے۔

- زمانہ حیض میں طلاق نہ دے۔
- تین طہروں میں ایک ایک طلاق دے۔
- عورت کوزمانہ عدت میں اپنے ساتھ رکھے اور جب تین طلاق دے چکے تحلیل کے بغیر عورت کو دوبارہ اپنے نکاح میں نہ لائے۔

مندرجہ بالا سورۃ البقرہ کی آیت229 کے مطابق خلع کے لئے درج ذیل احکامات عورت کے لئے کشید ہوتے ہیں:

1. خلع صرف ایسی حالت میں ہونا چاہیے جب کہ حدوداللہ کے ٹوٹ جانے کا خوف ہو۔
2. جب عورت وقدنکاح سے آزاد ہونا چاہے تو وہ بھی اسی طرح مال کی قربانی گوارا کرنے جیسے طاقت میں مرد کرتا ہے۔
3. معاوضے کا معاملہ دونوں فریقین میں باہمی رضامندی سے طے ہو۔
4. خلع کے لئے صرف اس قدر کافی ہے کہ عورت اپناپورامہر یا اس کا ایک حصہ پیش کر کے علیحدگی کا مطالبہ کرے اور مرد اسے قبول کرے۔
5. اگرعورت فدیہ پیش کرے اورمرد قبول نہ کرے تو اس صورت میں عورت کو عدالت سے رجوع کرنے کا حق ہے، آیت میں " فان خِفتم الا یقیما حدود اللہ کے الفاظ سے ظاہر ہے۔ خِفتم کا خطاب اولی الامر کی طرف ہے جوحدوداللہ کی حفاظت کے ریاستی ذمہ دار ہیں۔ تاکہ وہ عورت کو اس کا جائز حق دلوائیں۔

- اسلامی تاریخ کے خلع کے واقعات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ قاضی پند و نصائح کر کے عورت مرد کو ساتھ رہنے کی تلقین تو کر سکتا ہے، مگر اگر تحقیق کے بعد اس پر یہ ثابت

ہو جائے کہ عورت اس مرد کے ساتھ بالکل گزارا نہیں کر سکتی تو وہ اس عورت کو مجبور نہیں کر سکتا۔اگر مرد قاضی کی بات نہ مانے تو وہ اسے قید کرسکتا ہے۔

- خلع کا حکم نبی ﷺ کی تصریح کے مطابق ایک طلاق بائن کا ہے یعنی اس کے بعد زمانہ عدت میں شوہر کو رجوع کا حق نہ ہو گا۔ہاں اگرعورت دو بارہ اس کے ساتھ نکاح کرنا چاہے تو کرسکتی ہے کیونکہ یہ طلاق مغلضہ نہیں ہے جس کے بعد دوبارہ نکاح کے لیے تحلیل شرط ہے۔
- نبی ﷺ نے اس کو ناپسند فرمایا کہ شوہر خلع کے معاوضہ میں اپنے دیئے ہوئے مہر سے زیادہ مال لے۔
- حضرت علی ؓکرم اللہ وجہ نے بھی اس کو مکروہ فرمایا ہے۔ائمہ مجتہدین کا بھی اس پر اتفاق ہے۔بلکہ اگر عورت اپنے شوہر کے ظلم کی وجہ سے خلع کامطالبہ کرے تو شوہر کے لئے سرے سے مال لیناہی مکروہ ہے۔

خلع کی صورتیں:

شرعی طور پر عورت کسی بھی ناقابل برداشت حالات میں مرد سے خلع حاصل کرسکتی ہے مثلاً:

1.ارتداد:

کوئی مسلمان عورت کسی غیر مسلم کے نکاح میں نہیں رہ سکتی۔

2.خیار بلوغ

حضورﷺ نے ایجاباً عورت کو یہ حق دیا ہے کہ نکاح کے معاملے میں اس کی رضامندی حاصل کی جائے۔یعنی ایک بالغ لڑکی کوشریعت نے یہ اختیاردیا ہے کہ وہ اپنے ولی کی مقرر کردہ شادی سے انکار کرسکتی ہے۔

3.ولایت احبار

اگرکسی نابالغ لڑکی کا نکاح اس کا باپ دادا یاکوئی ولی کر دے تو بالغ ہونے پر اس لڑکی کویہ حق حاصل ہو گا کہ وہ نکاح قبول کرے یارد کر دے

حدیث صحیح ہے کہ نبی ﷺ حضرت حمزہؓ کی صاحبزادی کا نکاح کمسنی میں عمر بن ابی سلمہ سے کر دیا اور فرمایا کہ بالغ ہونے کے بعد اسے رد یا قبول کرنے کا اختیار ہے۔اس حدیث سے خیار بلوغ مطلقاً ثابت ہوتا ہے کیونکہ حضورﷺ نے ایسی کوئی تصریح نہیں فرمائی کہ میں کوئی لڑکی کا باپ نہیں بلکہ ابن عم ہوں اس لئے میرا کیا ہوا نکاح اس کے لئے لازم نہیں۔

4.ستم ناردا/ضرار وتعدی:

سورۃالنساء آیت 34 کی روسے شوہرکویہ حق نہیں ہے کہ وہ بلاجائزسبب کے اپنی بیوی پر کسی قسم کی سختی کرے خواہ وہ آزار جسمانی ہویا آزارلسانی۔اگر وہ ایسا کرے تو عورت کو قانون کی پناہ کی بات ہے۔اگر شوہر محض تنگ کرنے کے لئے بار بار طلاق دے کر رجوع کرے گا تو ایسی صورت میں عورت کوحق ہے کہ قانون کا سہارا لے کر اپنی جان چھڑا لے۔

5.عیوب:

قرآن کی رو سے عورت اور مرد کے ازدواجی تعلق میں تحفظ، اخلاق اوباہمی رحمت ومحبت کو اہمیت حاصل ہے۔اگر زوجین میں سے کوئی ایک کسی بھی عیب یابیماری، جو دوسرے کو نفرت کرنے پر مجبور کر دیں یا ایک دوسرے کی طبعی خواہشات پوری نہ ہورہی ہوں تو ایسے میں یہ بات اسلامی قانون ازدواج کے اصول میں سے ہے کہ ازدواجی تعلق زوجین کے مضرت اور حدوداللہ سے تجاوز کا ذریعہ نہ بن جائے۔

عیب مثلاًجرام، برص ، ایسے امراض جو مانع مباشرت ہوں و غیرہ وغیرہ ضرر پہنچانے والے ہیں ۔یہاں تک کہ صرف بدصورتی کی بناء پر بھی اسلامی تاریخ میں فسخ نکاح کی اجازت دی گئی ہے۔لہذا خوف ہے کہ زوجین میں سے کوئی ایک نفرت کی وجہ سے یا اپنی طبعی خواہشات پوری نہ ہونے کی وجہ سے حدوداللہ کو توڑ دے گا۔

6. اگر شوہر نامرد ہو اور عورت تفریق کا مطالبہ کرے تو مخصوص قابل علاج صورتوں میں حضرت عمرؓ کے فیصلے کے مطابق اسے ایک سال تک علاج کی مہلت دی جائے گی۔ناقابل علاج صورت میں تفریق کرا دی جائے گی۔
7. مجنون کے بارے میں حضرت عمرؓ کا فیصلہ یہ ہے کہ اس کے علاج کے لئے ایک سال تک کی مدت مقرر کی جائے، اگر اس مدت میں درست نہ ہو تو اس کی عورت سے جدا کر دی جائے گی۔

8.مفقودالخبر :

مفقودالخبر کا فیصلہ اجتہاد پر ہے۔حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ،حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابن عباسؓ کی رائے یہ ہے مفقود کی بیوی کو چارسال تک انتظار کا حکم دیا جائے اس کے بعد نکاح

کر لے۔یہی رائے سعید بن المسیب،زہری ، عطا اور شعبی کی ہے۔امام مالک نے بھی اسی مذہب کو اختیار کیا ہے۔اور امام احمد کا میلان بھی اس کی طرف ہے۔

دوسری جانب حضرت علیؓ اور حضرت ابن مسعودؓ ہیں جن کی رائے یہ ہے کہ مفقودالخبر کی بیوی کو اس وقت تک صبر کرنا چاہیۓ جب تک کہ وہ واپس نہ آئے یااس کی موت کی تحقیق نہ ہو جائے۔سفیان ثوری، امام ابوحنیفہ اور امام شافعی نے اسی مذہب کو اختیار کیا ہے۔ انتظار کے لئے حنفیہ یہ قاعدہ تجویز کرتے ہیں کہ جب تک مفقود شخص کے ہم عمرلوگ اس بستی یا اس ملک میں زندہ ہوں جب تک اس کی بیوی انتظار کرے۔

مولانا مودودیؒ کے نزدیک اولین رائے قرآن وحدیث کے قاعدوں (ایلاء،کسی ایک بیوی کو معلق نہ چھوڑنا کی تاکید اور سب سے بڑھ کر حدود اللہ کی حفاظت کی ذمہ داری)سے زیادہ قریب ترین ہے۔

9. لعان

شوہر خواہ اپنی بیوی پر بالفاظ صریح زناکا الزام لگائے یا اولاد کے متعلق کہے کہ وہ اس کی نہیں ہے، دونوں صورتوں میں لعان واجب آتا ہے۔نبی ﷺ کے سامنے ایک ایسا مقدمہ پیش ہوا تو آپ ﷺ نے فریقین کو مخاطب کر کے تین مرتبہ فرمایا "اللہ خوب جانتا ہے کہ تم دونوں میں سے ایک جھوٹا ہے۔پھر کیا تم میں سے کوئی توبہ کرے گا۔" جب دونوں نے توبہ سے اعراض کیا تو آپ ﷺ نے قرآن مجید کی ہدایت کے مطابق پہلے شوہر سے چار

قسمیں اس بات پر لیں کہ جو الزام اس نے لگایا ہے وہ صحیح ہے اور پانچویں مرتبہ اس سے یہ کہلوایا گیا کہ اگر وہ جھوٹا ہو تو اس پر خدا کی لعنت، پھر اسی طرح چار قسمیں عورت سے لیں۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا یہ تفریق کا طریقہ ہر لعان کرنے والے زوجین کے درمیان قیامت تک کے لئے۔اس تفریق کے بعد وہ کبھی جمع نہیں ہو سکتے شوہر نے عرض کیا جو مال میں نے اسے مہر میں دیا تھا وہ واپس دلوایا جائے۔آپ ﷺ نے فرمایا مال تجھے نہیں مل سکتا اگر تو نے سچا الزام لگایا ہے تو یہ مال اس تمتع کا معاوضہ ہے جو اس سے اٹھا چکا اور اگر تو نے اس پر جھوٹی تہمت لگائی ہے تو مال کا استحقاق تجھ سے اور بھی زیادہ دور ہو گیا۔(لعان کی تفریق ابدی ہے تحلیل کا قاعدہ بھی اس پر لاگو نہیں ہوتا)

10. ایلاء

جو مرد، ازدواجی تعلقات میں کسی عذر جائز (مثلاً بیماری ،سفر،یارغبت کے باوجود بیوی کے پاس جانے کا موقع نہ ہو) کے بغیر اعراض کریں جس کا مقصد محض اس کو سزا دینا یا تکلیف پہنچانا ہوں ، اس کے لئے قانون اسلام نے زیادہ سے زیادہ چار مہینے کی مدت رہی ہے۔

لِلَّذِينَ يُؤْلُونَ مِن نِّسَائِهِمْ تَرَبُّصُ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ فَإِن فَاءُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٢٢٦﴾ وَإِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَإِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿٢٢٧﴾
(البقرۃ:227-226)

"جولوگ اپنی عورتوں کے پاس نہ جانے کا قسم کھا لیتے ہیں، ان کے لئے چار مہینے کی مہلت ہے، اگر وہ رجوع کرلیں تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور اگر طلاق کا عزم کر لیں تو اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔"

اس مدت کے اندر مرد پر لازم ہے کہ اپنی بیوی سے تعلقات قائم کر لے ورنہ اس کے خاتمے کے بعد اس کو مجبور کیا جائے گا کہ عورت کو چھوڑ دے۔اللہ نے چار مہینے کی مدت مقرر کی ہے اس کے پورا ہونے پر رجوع ہے یا طلاق ہے۔

11. ازواج میں عدل نہ کرنا:

متعدد بیویاں ہونے کی صورت میں کسی ایک کی طرف مائل ہو کر دوسری بیوی یا بیویوں کو معلق رکھ چھوڑنا ظلم ہے جسے قرآن مجید صاف الفاظ میں ناجائز ٹھہراتا ہے۔

فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ؕ (النساء 129)

"کسی ایک کی طرف بالکل نہ جھک پڑو کہ دوسری کو گویا معلق رکھ چھوڑو قرآن مجید میں صاف حکم ہے کہ اگر عدل نہ کر سکو تو ایک ہی بیوی رکھو۔

فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَلَّا تَعُولُوا (النساء:3)

پھر اگر تم کو خوف ہو کہ عدل نہ کرسکو گے تو ایک ہی بیوی رکھو۔یا لونڈی جو تمہارے قبضے میں ہو۔یہ زیادہ قرین مصلحت ہے تا کہ تم حق سے متجاوز نہ ہو جاؤ۔"

قرآن مجید کی اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ جو شخص دو یا زائد بیویوں کے درمیان عدل نہیں کرتا اور ایک کی طرف جھک کر دوسری کے حقوق ادا کرنے میں کوتاہی کرتا ہے وہ ظالم ہے۔تعداد ازدواج کی اجازت سے فائدہ اٹھانے کا اس کو کوئی حق نہیں۔ قانون کو ایسی حالت میں اسے صرف ایک بیوی رکھنے پر مجبور کرنا چاہئے اور دوسری بیوی یا بیویوں کو اس کے خلاف قانون سے دادرسی پانے کا حق ہونا چاہیئے۔

12. بے راہ روشوہر

اگر خلع مانگنے والی عورت اپنے شوہر کا نشوز ثابت کر دے یا خلع کے لئے ایسے وجوہ ظاہر کرے جو قاضی کے نزدیک معقول ہوں تو اس کو مہر کے ایک قلیل جزیانصف کی واپسی پر خلع ملنے کا حق ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ پاک عورتیں پاک مردوں کے لئے اور خبیث مردوں کے لئے خبیث عورتیں ہیں۔

دوسری شادی کا حق:

خلع حاصل کرنے یا بیوہ ہونے کے بعد اسلام عورت کو دوسری شادی کا حق دیتا ہے۔
عدت پوری کرنے کے بعد۔

وَاِنْ يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِيْمًا (النساء 130)

اور زوجین ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں تواللہ اپنے وسیع خزانہ غیب سے ہر ایک کی کفالت کرے گا۔

وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَاءَ ذٰلِكُمْ (النساء 24)

(یہ عورتیں جو تم پر حرام کی گئیں ہیں) ان کے سوا باقی سب کی عورتیں تم پر حلال کر دی گئیں ہیں۔

نبی کریم ﷺ کی زندگی اس کا عملی نمونہ ہے کہ آپ ﷺ نے ایک کے سوا باقی تمام شادیاں کی عورتوں سے کیں، اپنی بعض صاحبزادیوں کی جو بیوہ ہوگئی تھیں ، شادی کرائی جلیل القدر خلفاء اور صحابہ کرامؓ کی تاریخ گواہ ہے کہ ان حضرات نے بیوہ اور مطلقہ عورتوں سے کس کثرت سے شادیاں کیں۔

صحابیات کی زندگی پڑھیں تو بھی پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے خاوندوں کی وفات یا طلاق ،خلع کے بعد دوسری تیسری شادیاں کیں۔فقہاء کرام کی رائے میں بھی نوجوان لڑکی کی شادی بوڑھے مرد کے ساتھ کرنے کے خلاف ہے اس لئے معمر مرد یا مطلقہ مرد کو معمر بیوہ یا مطلقہ سے ہی شادی کرنا چاہئے کہ میاں بیوی میں نباہ ہو سکے۔یہ ایک کار ثواب ہے اور شرعی نقطہ نظر سے ایک پسندید ہ عمل ہے۔

طلاق تفویض کا حق :

طلاق خاوند کے حقوق میں سے ایک حق ہے اسی کو اختیار ہے کہ وہ اپنی بیوی کو خود طلاق دے اور یہ بھی اختیار ہے کہ وہ طلاق دینے کے لئے خود معاملہ عورت کے سپرد کرد ے اور یہ بھی اختیار ہے کہ وہ طلاق دینے میں کسی اور وکیل بنادے۔سپرد کرنا (تفویض)

اور وکیل بنانا توکیل میں سے ہے جو بھی ہو وہ مرد کا حق ساقط نہیں کرتا۔اور نہ اس کو جب چاہے استعمال سے روکتا ہے۔

تفویض، عقد کے وقت یا اس کے بعد بھی جائز ہے مگر یہ طے ہو باہمی ہم آہنگی کے ساتھ اور پختہ شرائط کی بنیاد پر ہو۔

مطلقہ کا حق:(دوران عدت، نان نفقہ کا حق):

جیسا کہ یہ ایک عورت کا حق ہے قرآن وحدیث کے مطابق کہ اس کا شوہر اسے ایکبارگی تین طلاقیں نہ دے (حضرت عمرؓ والے شخص کو کوڑے لگواتے تھے کیونکہ وہ قرآن وحدیث کے بتائے ہوئے طریقے پر عمل نہیں کرتا تھا) بلکہ ہر طہر میں ایک ایک طلاق دے۔اور تین طلاقیں مکمل ہونے سے پہلے اسے اپنے گھر ہی میں رکھے تا کہ آپس میں مصالحت کی گنجائش رہے۔(نسائی)

" محمود بن ولیدؓ کے مطابق ایک دفعہ حضور ﷺ کو ایک شخص کے متعلق بتایا گیا کہ اسنے ایک دفعہ ہی میں تین طلاقیں اپنی بیوی کو دے ڈالیں۔آپ ﷺ سخت غصے میں آ گئے اور اپنی جگہ کھڑے ہو کر فرمایا:" کیا اللہ کی کتاب کے ساتھ کھیل کھیلا جاتا ہے جبکہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں ؟حتی کہ ایک آدمی کھڑا ہوا اس نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ کیا میں اسے قتل نہ کر دوں؟ (بحوالہ مشکوۃ المصابیح تحقیق الاسبانی ج۲ص۲۱ حدیث نمبر۱۹_۳۳۹۲)

مطلقہ عورت کا اپنے سابقہ شوہر پر بیان ہے کہ وہ اپنی اس سابقہ بیوی کو گھر سے رخصت کرتے وقت تحفے تحائف دے کر رخصت کرے نہ اس کا مہر نہ اس کا سامان واپس لے چاہے وہ اسے خزانہ ہی کیوں نہ دے چکا ہو۔

وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ حَقًّا عَلَي الْمُتَّقِيْنَ ﴿٢٤١﴾ (البقرۃ:241)

"اسی طرح جن عورتوں کو طلاق دی گئی ہو انہیں بھی مناسب طور پر کچھ نہ کچھ دے کر رخصت کیا جائے۔ یہ حق ہے متقی لوگوں پر"

امام ابوحنیفہ کے مسلک کے مطابق:

- طلاق رجعی والی عورت چونکہ عدت شو ہر ہی کے گھر گزارنے کی مکلف ہے لہذاوہ عدت کے دوران خرچہ اورر ہائش دونوں کی حقدار ہے

جبکہ طلاق بتہ والی "بیک وقت تین طلاقیں" پانے والی عورت کے معاملے میں اختلاف ہے۔ اور اگر کسی بھی طلاق والی عورت حاملہ ہوتو اسکی عدت حمل پورا ہونے تک شمار اور اسی طرح خرچ کی حقدار ہوگی۔

- امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بتہ والی عورت کے لئے خرچہ ہے رہائش نہیں ہے
- امام احمدؒ فرماتے ہیں اس کے لئے خرچہ اور رہائش نہ ہے کیونکہ حضرت فاطمہ بنت قیسؓ کی حدیث ہے کہ اس کے خاوند نے اس کو طلاق بتہ دی

رسول اللہ ﷺ نے اس کو فرمایا تیرے لئے اس پر خرچہ نہ ہے (محمد بن اسمعیل صحیح بخاری حدیث نمبر ۵۳۲۳)۔

امام شافعیؒ اور امام مالکؒ فرماتے ہیں، اس کے لئے بہرحال رہائش ہے لیکن خرچہ نہ ہے الّا یہ کہ وہ حاملہ ہے کیونکہ حضرت عائشہؓ اور ابن المسیب نے فاطمہ بنت قیس کے سامنے اسکی حدیث کو نہ مانا (محمد بن اسماعیل صحیح البخاری حدیث نمبر ۵۳۲۳)

- مطلقہ عورت اگر بچے کو دودھ پلاتی ہے تو شوہر پر لازم ہے کہ دودھ پلانے کا خرچ اپنی سابقہ بیوی کو ادا کرے۔کیونکہ عدت کے سلسلے میں یہ بات اللہ نے فرمادی کہ اگر وہ حاملہ ہوں تو اس پر اس وقت تک خرچ کرتے رہو جب تک بچہ پیدا نہ ہو جائے اور اگر میں دودھ پلائے تو اسے اجرت دو جیسا کہ آیت سے واضح ہے:

وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ وَاْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗ اُخْرٰى ﴿٦﴾ لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّا اٰتٰىهُ اللّٰهُ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَا اٰتٰىهَا سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا (سورۃ الطلاق:7-6)

”اور اگر وہ حاملہ ہوں تو ان پر اس وقت تک خرچ کرتے رہو جب تک ان کا وضع حمل نہ ہو جائے۔پھر اگر وہ تمھارے لئے (بچے) کو دودھ پلائیں تو ان کی اجرت انہیں دو اور بھلے طریقے سے(اجرت کا معاملہ)باہمی گفت و شنید سے طے کر لو لیکن اگر تم نے (اجرت طے کرنے میں) ایک دوسرے کو تنگ کیا تو بچے کو کوئی اور عورت دودھ پلائے گی خوشحال آدمی اپنی خوشحالی کے مطابق نفقہ دے۔اور جس کو رزق کم دیا گیا ہو وہ اسی مال میں سے خرچ

کرے جواللہ نے اسے دیا ہے اللہ نے جس کو جتنا کچھ دیا ہے اس سے زیادہ کا وہ مکلف نہیں کرتا۔بعید نہیں کہ اللہ تنگ دستی کے بعد فراخدستی بھی عطا فرمادے۔“

اس آیت سے اصول بالکل واضح ہو کر سامنے آجاتے ہیں کہ

- مطلقہ عورت اگر حاملہ ہے تو اس کا خرچہ حمل ہونے تک ہے۔
- اگر وہ بچے کو دودھ پلاتی ہے تو اس کی اجرت اسے ملے گی۔
- بچے کا باپ اسے مجبور نہیں کرسکتا۔اگر وہ انکار کرتی ہے تو کوئی اورعورت دودھ پلاسکتی ہے۔
- دودھ کی اجرت دونوں کی رضامندی سے طے ہواگر باپ خوشحال آدمی ہے تو اپنی مقدرت کے حساب سے اجرت دے اور اگر تنگ دست ہے تو عورت پرلازم ہے کہ اس کی مجبوری ملحوظ خاطر رکھے۔دوسری صورت میں کم اجرت پر کسی اورعورت سے کام لیا جاسکتا ہے۔
- اگر دوسری عورت نہ مل سکے تو ماں کو مجبور کیا جائے کہ وہ دودھ پلائے اور دونوں طرف سے معتبر آدمی اجرت طے کریں جسے دونوں فریق قبول کرلیں۔
- اگر شوہر کا انتقال اس دوران ہو جائے تورضاعت کی اجرت و ہ شخص ادا کرے گا جو شوہر کے بعد بچوں کا سر پرست ہو گا۔

بچوں کی پرورش کا حق: (حضانت)

اگر والدین میں علیحدگی ہوگئی، ان کا بچہ ہے تو باپ کی نسبت ماں اس کی زیادہ حقدار ہے بشرطیہ کوئی ایسی رکاوٹ نہ ہو جو اس کے مقدم ہونے کو مانع ہو (مثلاً عورت میں پرورش کرنے کی مخصوص شرائط جو پروش کنندہ میں ہوتی ہیں نہ ہو یا کوئی اور شرعی وجہ)یا بچے میں ایساف ہوجواسے اختیار دینے کا تقاضا کرے(یعنی جب بچے کو عورت کی خدمت کی ضرورت نہ رہے)۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے :"ایک عورت نے کہا اے اللہ کے پیغمبر ﷺ یہ میرا بیٹا ہے میرا پیٹ اس کے لئے برتن ہے، میری گود اس کو سنبھالنے والی ہے میرا سین اس کے لئے مشکیزہ ہے۔اس کا باپ کہتا ہے کہ وہ اسے مجھ سے چھین لے گا۔آپ ﷺ نے فرمایا! تو اس کی زیادہ حقدار ہے جب تک تو نکاح نہ کرلے۔"

لہذااگرماں پرورش کی اہل ہے تو یہ باپ کی نسبت اس کا زیادہ حق ہے۔

پرورش کی شرائط:

ماں میں درج ذیل خوبیاں ہوں۔

- اسلام وہ مسلمان ہو۔
- آزاد غلام نہ ہو۔
- امانت اور اخلاق کی مالک ہو۔
- ناسمجھ اور مجنون نہ ہو۔

- شدید ترین بیماری یا کسی ایسی معذوری میں مبتلا نہ ہو جو پرورش میں مانع ہوں اور جس کی وجہ سے وہ بچوں کی دیکھ بھال نہ کر سکتی ہو۔
- اپنے معاملے کی نگران ہو (کتابوں میں بلوغت کا بھی اس کے لئے استعمال کیا گیا ہے)

بیوی کی اجرت

پرورش کی اجرت رضاعت کی اجرت کی طرح ہے ماں اس کی حقدار نہیں ہوتی جب تک وہ ہوئی ہو کیونکہ اس صورت میں اسی کو زوجیت کا خرچہ ملے گا

- مطلقہ عورت کے بچے اپنے باپ کی طرف سے نان نفقہ کے حقدار ہیں۔اگر لڑکی ہو تو وہ اپنی شادی ہونے تک اور اگر لڑکا ہو تو جب تک وہ اپنے پیروں پر کھڑا نہ ہو جائے یا اس عمر تک نہ پہنچ جائے کہ وہ اپنے لئے خود کما سکے۔
- حضانت کی مدت لڑکی کے لئے فقہ حنفی کے مطابق نو برس اور لڑکے کے لئے سات برس ہے۔

ایک مدت کے پورا کرنے کے بعد عورت کو اختیار ہے کہ چاہے تو بچوں کی ذمہ داری لے چاہے انہیں باپ کے حوالے کر دے، اور خود اپنی مرضی سے جہاں چاہے نکاح کرنے پر آزاد ہے۔

وراثت کا حق:

اسلام سے پہلے عورت کے لئے وراثت کا کوئی تصور نہ تھا۔مال صرف اور صرف مردوں کے لئے مخصوص تھا عورتوں کو اس کے متعلق سوچنے کا بھی حق حاصل نہ تھا خاص طور پر بیوی کی

حیثیت سے اسلام نے پہلی مرتبہ عورتوں کو بھی مردوں کے مال میں حق دار ٹھہرایا قرآن کے اس حکم کے بعد وہ اپنی ہر معاشرتی حیثیت میں جائیدادو ذاتی میراث میں رکھنے کی اہل ٹھہری۔

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ ۚ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِينَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۚ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ ۚ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ ۚ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ (النِّسَاءَ:12)

"اس ترکہ میں سے جو تمہاری بیویاں چھوڑ جائیں اور ان کی اولاد نہ ہو تو تم کو آدھا ملے گا اور اگر ان کے کچھ اولاد ہوتو تم کو ان کے ترکے میں سے ایک چوتھائی ملے گا۔بہرحال یہ میراث ہے، وصیت کرگئی ہوں تو وصیت اور قرض کی ادائیگی کے بعد ملے گی۔اور جس کوتم چھوڑ جاؤ اور تمہارے کوئی اولاد نہ ہوتو ان بیبیوں کو ترکہ کا چوتھائی حصہ ملے گا اور اگر تمہاری اولاد ہو تو ان کو تمہارے ترکہ میں سے آٹھواں حصہ ملے گا مگر یہ میراث تمہاری وصیت پوری کرنے اور قرض کی ادائیگی کے بعد ملے گی "

قرآن کے اس حکم کے بعد کوئی بھی بیوی کو شوہر کی جائیداد سے محروم نہیں کرسکتا اور جو کرے گا وہ اللہ کے حکم کی نافرمانی کا مرتکب ہوگا۔

شادی کے بعد عورت ، اولاد کے ترکے کی بھی حصہ دار ہوتی ہے۔ اگر ان کی اولاد ان کے سامنے وفات پا جائے۔سورہ النساء کی آیت 11 کے مطابق "میت کے ترکہ میں اگر

میت کی اولاد ہوتو ماں باپ میں سے ہر ایک کا چھٹاحصہ ہے۔اور اگر اس میت کی اولاد نہ ہو اور ماں باپ ہی اس کے وارث ہوں تو اس کی ماں کا ایک تہائی حصہ ہے۔اور اگر میت کے ایک سے زیادہ بہن بھائی ہوں تو اس کی ماں کو چھٹا حصہ ملے گا۔

مرض الموت طلاق سے وراثت کا حق:

مرض الموت میں ملنے والی طلاق پر بھی عورت کو اس کے شوہر سے میراث ملے گی۔

صحابہؓ سے ثابت ہے کہ سیدنا عبدالرحمن بن عوفؓ نے اپنی بیوی **تماضر** کو تین کو مکمل کرنے والی طلاق اپنے اس مرض میں دی جس میں انہوں نے وفات پائی اس کے لئے حضرت عثمانؓ نے ان سے وراثت کا حکم فرمایا۔

حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ سے بھی مروی ہے کہ میں نے اس کو ضرار اور فرار کے لئے طلاق نہیں دی۔

- اسی طرح حضرت عثمان نے اپنی بیوی ام البنین بنت عینیۃ بن حصن انفرادی کو طلاق دی جب کہ وہ اپنے گھر میں محصور تھے، جب وہ شہید کردیئے گئے وہ سیدنا علیؓ کے پاس آئی اور ان کو خبر دی، آپؓ نے اس کے لئے وراثت کا فیصلہ کیا۔
- احناف کہتے ہیں" اگر مریض اپنی بیوی کو طلاق بائن دے وہ اس مرض میں فوت ہو جائے تو وہ اس کی وارث ہوگی اور اگر عدت پوری ہونے کے بعد فوت ہو تو عورت کے لئے وراثت نہ ہوگی۔اسی طرح اس شخص حکم ہے، جو کسی آدمی کے مقابلے کو نکلا یا قصاص یارجم کے لئے قتل کرنے کو پیش کیاگیا، اگر اس صورت میں فوت ہو

جائے یا قتل کر دیا جائے۔اگر آدمی نے اس عورت کو تین طلاق اس کے حکم سے دیں یا اس کو کہا کہ تو اختیار کرلے اس نے اپنا نفس اختیار کرلیا اس سے خلع لے لیا پھر وہ فوت ہو گیا جبکہ وہ عدت میں تھی وہ اسکی وارث نہ ہوگی (پہلی صورت میں طلاق مریض نے دی اور عورت کو وراثت کے حق سے محروم کرنے کی نیت تھی تو عورت کے لئے وہ حق ہے جسے اس کا شوہر ختم کرنا چاہتا تھا جبکہ دوسری صورت میں عورت نے پہلے ہی اپنے لئے اپنی مرضی سے خلع اختیار کی)۔

خاندانی منصوبہ بندی میں عورت کا حق:

اسلام صرف مخصوص،طبّی اور ہر خاندان کے اپنے انفرادی حالات کی بناء پر محدود پیمانے پر منصوبہ کی گنجائش دیتا ہے جو صرف اور صرف متعلقہ مرد اور عورت کے اپنی ذاتی وجوہ اور مخصوص حالات پر منحصر ہیں۔یہ شرائط درج ذیل ہیں:

- بیوی کا نوعمر ہونا اور حمل کا متحمل نہ ہونا۔
- رحم میں کسی بیماری یا نقص کا ہونا۔
- مثانہ میں کمزوری ، در دزہ کے وقت جنین کے سر کے دباؤ کی وجہ سے سرعت اور بے اختیار کا اندیشہ۔
- کسی بیماری کا وجود استقرار حمل یا دردزہ کی صورت میں بڑھ کر ماں کے لئے موت کا سبب بن سکتی ہے۔

- اس کے لئے صحابہ کرامؓ،رسول ﷺ کی زندگی میں عزل کا طریقہ اختیار فرماتے تھے صحیح بخاری میں غزل سے متعلق بیان ہے۔

”حضرت ابوسعید خدریؓ نے بیان کیا کہ (ایک غزوہ میں) ہمیں قیدی عورتیں ملیں اور ہم نے ان سے عزل کیا پھر ہم نے رسول اللہ ﷺ سے اس کا حکم پوچھاتو آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم واقع ایساکرتے ہو تین مرتبہ آپ ﷺ نے فرمایا(پھر فرمایا) قیامت تک جو روح پیدا ہونے والی ہے وہ اپنے وقت پیدا ہوکر دے گی۔“

اسی طرح کی احادیث صحیح مسلم ،سنن ابوداؤد،ترمذی اور سنن نسائی موطا امام مالک میں موجود ہیں۔ان تمام احادیث سے یہی ثابت ہوتا ہے آپ ﷺ نے اس کے بارے میں کہیں سکوت اختیار فرما اور کہیں تعجب کا اظہار فرمایا۔ لیکن یہی تاثر دیا کہ اللہ تعالی نے جس جس کو پیدا کرتا ہے وہ اس کے باوجود پیدا ہوکر رہے گا۔لہذا یہ حرام تو قرار نہیں پاتا البتہ مخصوص حالات میں محدود پیمانے پر کیا جاسکتا ہے اگر چہ اسلام میں اجتماعی نسل کشی اور تشہیر کر کے انہیں رزق کا ڈراوا دے کر اس طرف ترغیب دینے کی گنجائش نہیں ہے صحابہ کرامؓ نے اس کے لئے کوئی اجتماعی تحریک یا ترغیب کا کوئی پروگرام ترتیب نہیں دیابلکہ ہر ایک اپنے انفرادی ماحول میں جیسا مناسب سمجھا اس پر محدود پیمانے پر عمل کیا۔اس سے یہ بات بھی ظاہر ہوتی ہے کہ اولاد کے پیدا کرنے یا کچھ عرصہ منصوبہ بندی کا کوئی پروگرام طے کرنے کا اختیار صرف والدین کو ہے، سربراہ مملکت یا حکومت کا اس میں کوئی عمل دخل نہیں وگر نہ رسول اللہ ﷺ مطلع ہونے پر کوئی تادیبی کاروائی ضرور کرتے یا حرام ہونے کا اعلان واضح طور

پر کرتے یا پھر اسکی کھلی آزادی دے دیتے مگر عزل سے متعلق احادیث پڑھنے سے ان تمام باتوں کی کل نفی ہوتی ہے۔

- اگر عزل کے علاوہ کوئی اور طریقہ اختیار کیا جاتا ہے وہ یہ سوچ سمجھ کر اختیار کیا جائے کہ آیا عورت پر اس کے حاملہ ہونے سے کم تر نقصان دو ہے یا نہیں۔اگر نتائج ایسے نہ ملیں اور دیگر کوئی طریقہ عورت کے جسم، صحت یا زندگی پر عمل سے زیادہ گھمبیر پیچیدگیوں کا سبب بن سکتا ہے تو اس صورت میں ہی طریقہ ناجائز ہوگا اور اس کے مقابلے میں حمل کا ٹھہر جانا عورت کی زندگی اور صحت کے لئے فائدہ مند ہوگا۔

اسقاط حمل کا حق:

قرآن پاک کی سورۃ الانعام آیت 140 میں اللہ تعالی کا فرمان ہے۔

قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ قَتَلُوا أَوْلَادَهُمْ سَفَهًا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَحَرَّمُوا مَا رَزَقَهُمُ اللَّهُ افْتِرَاءً عَلَى اللَّهِ

"وہ لوگ خسارے میں پڑ گئے جنہوں نے اپنی اولاد کو نادانی سے بغیر سمجھے بوجھے قتل کیا اور اس نعمت کو جو اللہ نے ان کو عطا کی تھی اللہ پر افترا باندھ کر اپنے اوپر حرام کر لیا۔"

سورہ بنی اسرائیل آیت 31 میں تاکید کی گئی

وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُمْ إِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْئًا كَبِيرًا

”اور تم اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر قتل نہ کرو۔ان کو رزق دینے والے بھی ہم ہی ہیں اور تم کو بھی۔ان کو قتل کرنا ایک بڑی خطا ہے۔“

ان آیات کی روشنی میں یہ بات سامنے آتی ہے کہ اولاد کا قتل کیسے اور کیا ہے؟ لوگ اپنی اولاد کو قتل کیوں کرتے ہیں؟ اس کے کیا معنی ہیں؟یقیناً کوئی بھی والدین اپنی جیتی جاگتی چلتی پھرتی اولاد کو قتل نہ کرے گی جبکہ وہ ذہنی طور پر بالغ اور ہوشمند والدین ہوں۔یہ یقیناً وہی قتل ہے جو اولاد کے نظروں کے سامنے آنے سے پہلے ہوتا ہے یعنی رحم کے اندر یہ کب ہوتا ہے اور قتل کیونکر کہلاتا ہے اس کا جواب ایک حدیث اور فقہاء کرام کے فتوے دیتے ہیں۔

حدیث

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے صادق ومصدوق پیغمبر ﷺ نے فرمایا: تم میں سے ہر ایک کا مادہ تخلیق اپنی ماں کے پیٹ میں چالیس روز تک نطفہ کی شکل میں جمع رہتا ہے۔پھر اس کے بعد اتنی ہی مدت منجمد خون کی شکل میں رہتا ہے، پھر اتنے ہی دنوں وہ گوشت کا لوتھڑا رہتا ہے (اور اسی مدت میں اعضاء کی تشکیل اور ہڈیوں کی بناوٹ بھی شروع ہو جاتی ہے) پھر اللہ تعالی چار باتیں دے کر ایک فرش بھیجتا ہے۔یہ فرشتہ اس کے اعمال اور وقت موت اور اس کا رزق لکھتا ہے اور یہ کہ بد بخت ہے یا نیک بخت، پھر اس میں روح ڈالی جاتی ہے

اس حدیث کی روشنی میں چاروں اماموں کے فتوے درج ذیل ہیں۔

- امام ابو حنیفہؒ: اسقاط کی اجازت صرف ایک بنیادی سبب کی بناء 120 دن تک اجازت دیتے ہیں (یعنی ماں کی زندگی بچانے کے لئے) ایک بیوی اس دوران شوہر کی اجازت کے بغیر بھی اسقاط کرواسکتی ہے 120 دنوں کے اندر جبکہ اس کے پاس اس عمل کی بہت بنیادی وجہ موجود ہو
- امام مالک کے فقہ میں اسقاط قطعی حرام ہے۔ان کے خیال میں جیسے ہی مرد کا نطفہ عورت کے نطفے سے ملاپ کرتا ہے اس سے زندہ جسم بنا شروع ہو جاتا ہے۔متوقع طور پر اس لئے اسے چھیڑنے کا کسی کو بھی حق حاصل نہیں۔
- امام شافعیؒ: اسقاط کی 120 دن کے اندر شروط اجازت دیتے ہیں۔
- امام احمد بن حنبلؒ، اسقاط کی 120 دن کے اندر مشروط اجازت دیتے ہیں۔
- امام ابن جوزیؒ: جب رحم نے نطفے کو تھام لیا تو کسی عورت یا مرد یا دونوں باندی کے مالک کو اجازت نہیں کہ اسقاط کرے روح کے دنوں کے بعد (120) دن تو قتل کے مترادف ہے البتہ 40 دن کے اندر اسقاط کی مشروط اجازت ہے وہی بنیادی وجہ کہ ماں کی زندگی یا پہلے بچے کی رضاعت (چکہ پہلا بچہ سوائے دودھ کے کچھ کھاتا پیتا نہ ہو) کہ اسے خوف ہو کہ حمل اس کے دودھ کو ختم کر دے گا۔
- امام غزالی کی رائے یہ ہے کہ" ایک موجود اور حاصل کی ہوئی چیز کو ختم کرنا ظلم ہے۔ فرمایا اس کے کئی درجے ہیں نطفہ م میں گیا اور عورت کے پانی سے مل گیا تو وہ زندگی قبول کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے ایسے عمل کو خراب کرنا حرام ہے۔اگر وہ خون کا لوتھڑا اور گوشت بن گیا تو جرم بڑا ہو جائے گا اور اگر اس میں روح پھونک دی گئی اور اس کی تخلیق برابر (یعنی پوری)ہوگئی تو جرم بھی بڑا ہو جائے گا۔

شادی اور ازدواجی حیثیت دیگر مذاہب میں

اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب میں رائج کردہ ازدواجی قوانین او ر حقوق وذمہ داریوں کے تعین میں واضح فرق محسوس ہوتا ہے۔اگرچہ مذہبی رو سے گھڑے ہوئے قوانین بھی اصل مذہبی روح سے ہٹ کر ہیں۔اس کے علاوہ ان کے شادی کے رسوم و روایات اور قوانین میں ابتداء کے بعد سے اب تک لاتعداد تبدیلیاں اور انقلاب رونما ہو چکے ہیں جس کا ایک اجمالی جائزہ درج ذیل ہے۔

شادی کی تعریف کے بارے میں اہل کتاب کا نقطہ نظر بھی اسلامی روح کے قریب ترین ہے۔ان کے مطابق شادی ایک مرد اور عورت کے سماجی ، مذہبی روحانی اور یا قانونی بندھن کا نام ہے جو ایک خاندان بناتا ہے۔بعض اہل کتاب مسالک ایک ہی صنف سے تعلق رکھنے والے افراد کے درمیان شادی کو بھی جائز سمجھتے ہیں۔

دنیا کے تمام مذاہب سے تعلق رکھنے والے افراد کسی بھی قانونی، سماجی ، جذباتی ، معاشی استحکام ،خاندانی اکائی بنانے کی غرض سے نسل کی بڑھوتری بچوں کی نشوونما، تعلیم و تربیت ،جنسی تعلقات کو قانونی تحفظ دینے یا محبت کے اظہار کے طور پر شادی کرتے ہیں۔ قریب ترین باہمی تعلقات کا یہ ادارہ ریاست، مذہبی اتھارٹی یا دونوں سے تصدیق شدہ ہوتا ہے۔

(Gough, E, Kathelen (1959)"The Nayars and the definition of marriage"Royal Anthropological institute of Great Birtian &

Ireland.pp.89:23-24.Nver female female marriage is done to keep property with in a family that has no sons .... It's not a form of lesbianism)

تاریخ عروسی:

یورپین تاریخ میں عمومی طور پر شادی دو خاندانوں کے درمیان صرف ایک تجارتی معاہدہ رہا ہے جو وہ اپنی اولاد کو شادی کے بندھن میں باندھ کر طے کرتے تھے محبت یا کسی اور ان کی اس معاہدے کے تحت کوئی خاص اہمیت نہ تھی۔(Hanlon and white .120 p)

قدیم یونان میں ماسوائے باہمی معاہدات اور اس حقیقت کے کہ شادی کرنے والا جوڑا ایک دوسرے کا خیال رکھے گا کوئی خاص تقریب کی ضرورت محسوس نہیں کرتے تھے۔ (Hanlon and white p.116)

شادی شدہ عورت صرف چند حقوق کی مالک تھی اور یہ سمجھا جاتا تھا کہ اس کا کام اپنے شوہر اور بچوں کی دیکھ بھال کرنا ہے۔ (History for Kids Greek Marriage)

- یونان کی طرح، اکثر رومن شادیوں اور طلاق کے لئے کسی خاص سرکاری اور مذہبی اجازت کی ضرورت نہ تھی۔ دونوں کے لئے صرف باہمی رضامندی کافی تھی۔ (White &Hanlon.119)

- روم میں کئی طرح کی شادیوں کا رواج تھا۔ان میں ایک اور روایتی شادی تھی جو Conventio in manum کہلاتی تھی اور اس کے آغاز اور انجام دونوں کے لئے گواہاں اورتقریبات ضروری بھی جاتی تھیں۔(White & Hanlon.119p)

اس طرح کی شادی میں عورت اپنی پرانی فیملی سے ملنے والے تمام حقوق سے محروم اور نئے خاندان سے ملنے والے حقوق کی مالک بن جاتی تھی۔(History link 102.com (Ancient Greek Marriage

دوسری طرح کی شادی آزادانہ طریقے سے انجام پاتی جو کہ sine manu کہلاتی جس میں عورت صرف اپنے سابقہ خاندان کی رکن ہی رہتی۔وہ اپنے باپ کی ملکیت ہی کہلائی اور صرف اسی کی جانب سے ملنے والی میراث کی حقدار تھی۔نئے خاندان سے اسے کوئی حق میسر نہ تھا۔(History link 102.com Ancient Greek Marriage)

- ابتدائی عیسائی دور (30 سے CE 325)ہی سے شادی ایک انتہائی ذاتی معامل سمجھا جاتا رہا ہے جس کے لئے کوئی مذہبی یاسماجی تقریب کی ضرورت نہیں۔یہاں تک کہ 1545 ء کے بعد اس بندھن کے لئے دونوں فریقین کی باہمی رضامندی ضروری سمجھی جانے لگی۔

(Greek Marriage from ancient history about .com roman empire .net marriage)

- شادی کرنے والے جوڑے کو زبانی اقرار کرنا پڑتا تھا کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ شادی کے بندھن میں بند رہے ہیں۔اس کے لئے کسی مبلغ یا گواہ کی ضرورت نہ تھی۔ اس اقرار یاباہمی وعدے کو Verbum کہا جاتا تھا۔

(Kuefler Mathew (2007) The Marriage Revolution in late Antiqiuty: The 32.370-343:doi:10 1177/0363199007304424/http./jfh.sagepub.com/egi/content/short/32/4/343

- وسطی دور سے چرچ کا ایک کام شادیوں کو رجسٹر کرنا بھی ہوتا تھا مگر وہ ضروری نہیں ہوتا تھا۔جبکہ شادی اور ذاتی حیثیت میں ریاستی عمل دخل کا کوئی حصہ نہیں تھا، کیونکہ باہمی اختلافات چرچ عدالت کے ذریعے طے کئے جاتے تھے۔
- وسطی دور میں بھی 1500ء کے بعد 20 سال سے کم عمر لڑکی کی شادی غیر قانونی قرار پائی۔(Marriage .about.com) Roman empire .net marriage)
- 1545 میں مندرجہ بالا کے بالمقابل اصطلاحات Council of Trent نے یکم جاری کیا کہ رومن کیتھولک فرقے میں شادی اس وقت درست سمجھی جائے گی جب تقریب ایک مذہبی رہنما اور دو گواہوں کی موجودگی میں ادا کی جائے۔اسی کونسل نے 1566 میں ایک پاکستان کو قانونی حیثیت دی کہ شادی ایک باشعور مرد اور عورت کے درمیان کا باہمی اتحاد ہے، جبکہ یہ بندھن پوری زندگی انہیں ساتھ رہنے کاذمہ داربنا

تا ہے۔لیکن اس تبدیلی کا دائرہ کار پروٹسٹنٹ اصطلاحات تک نہیں تھا جہاں شادی صرف باہمی اجازت سے ہونی ایک رواج پاچکی تھی۔

کیتھولک اصطلاحات کے تحت شادی رجسٹرڈ کرنے اور اس کے اصول وضوابط طے کرنے میں ریاستی کر دار طے تھا۔مگر 1600تک بہت سے پروٹسٹنٹ یورپین ممالک میں شادی کے معاملات میں ریاست کر دار داخل ہو چکا تھا۔

(Explore Genealogy .co UK Marriage Records)

- جدید ماڈرن دور کے ابتدائی حصے میں جون کیلون اور اس کے پروٹسٹنٹ ساتھیوں نے شادی کی اصطلاحات کو از سر و تربیت دے کر جنیوا کا شادی آرڈیننس نافذ کیا جس کے تحت شادی کی رجسٹر یشن چرچ اور ریاست دونوں کے ذریعے ہونا لازمی قرار پائی۔

(Schofield Phillipp R 2003 Peasant and community in Medieval England1200 .1500 Medieval culture and society New York Palgrave Macmillan p 98)

- انگلینڈ اور ویلز میں 1753 ء میں لارڈ ہارڈوک کے شادی ایکٹ کے مطابق شادی انجام پانے کے لئے تقریب کا ہونا ضروری قرار پایا چنانچہ Fleet Marriage کا رواج شروع ہو گیا۔

(Spitz, Lewis (1987). The Rise of modern Europe) The Protestant Reformation 1517 1559 Harper Torch book p.9 ISBN 0061320692)

اس ایکٹ کے نفاذ کے بعد 1690ء سے 1753 ء تک غیر قانونی اور بے قاعدگی سے ہونے والی 300,000 شادیاں با قاعدہ طور پر صرف Fleet Prison میں انجام پائیں۔

Witte Jr .John (19997) From Sacramento contract: Marriage, Religion and Law in the Western Tradition West Minster John press pp.39 40 ISBN 0664255434

- اس ایکٹ کے تحت Anglican مذہبی پیشوا دو گواہوں کی موجودگی Anglican شادی کے سرکاری طور پر مستند ہونے میں لازمی قرار پائی۔دراں حال یہ کہ اس کا نفاذ یہودی اور Quakers شادیوں تک نہیں تھا ان کی شادیاں ان کے اپنے رسم ورواج کے مطابق ہی انجام پاتی تھیں
- انگلینڈ اور ویلز میں 1837ء کے بعد سے 1836 ء کے شادی ایکٹ کی رو سے سول شادیوں کو بھی قانونی طور پر چرچ شادیوں کا متبادل قرار دے دیا گیا۔جرمنی میں 1875ء سے سول میرج کو سرکاری طورپر تسلیم کیا گیا۔اس قانون کی رو سے سول ایڈمنسٹریشن کے ایک آفیسر کی موجودگی میں دونوں فریقین کا باہمی اقرار شادی کو قانونی حیثیت دینے کے لئے ضروری قرار پایا اور اس باہمی ایجاب و قبول کے بعد ایک مذہبی یا روایتی تقریب کی بھی اجازت دے دی گئی۔

دنیا بھر کے اکثر مما لک جن میں امریکہ یورپ کے ممالک شامل ہیں۔ شادی کی سول اور مذہبی تقریب یا تو ساتھ ادا کی جاتی ہے یاعلیحدہ علیحدہ منعقد کی جاتی ہیں۔اور اس کے لئے جگہ کوئی بھی مذہبی عمارت ہو یا کوئی اور متبادل موزوں جگہ رکھی جا سکتی ہے۔

جنسی حق:

جنسی حق کو اسلام میں شادی کے ذریعے حاصل ہونے والے حقوق میں اہم ترین قرار دیا گیا اور اس کے حصول کے لئے چند شرائط (مہر کی ادائیگی ،نفقہ وغیرہ) کا پورا ہونا بھی لازم طے پایا ہے۔آج تمام تر معاشرتی ابتری کے باوجود اسلامی دنیا میں بہر حال باقی معاشروں کی بہ نسبت ان شرائط وحقوق کا شعور زیادہ پایا جاتا ہے۔مغربی دنیا میں اس کے حصول کے لئے شادی کے بندھن کی ضرورت کو پس پشت ڈال دیا گیا ہے۔غیر شادی شدہ ماؤں اور ناجائز بچوں کی شرح میں روز بروز اضافہ ہے اور اب ان ناجائز بچوں کی غیر قانونی حیثیت کا احساس بھی مٹتا جارہا ہے اور انہیں تسلیم کرنے کی آمادگی کی شرح بڑھ چکی ہے۔

- امریکہ میں National Center for Health Statistics میں بتایا ہے کہ 1992 میں ناجائز بچوں کی پیدائش کی شرح، کل پیدائش کی شرح میں سے 30.1٪ تھی جو کہ 2006ء میں بڑھ کر 38.5٪ ہوگئی ہے۔

- Income Tax Assessment Act 1997 sect995.1(1)"spouse" of a person includes a person who although not leagally married to a person, lives with the person on a penuine domestic basis as the person husband or wife"

- For example john Ruskims faild marriage to Effie Gray

Bawah AA, Akweongo p, simmous R, Philps JF (1999)"women's fears and men's anxieties: the impact of family planning on gender velation in northern Ghana" (PDF).stndes in family planning (population council) 30(1):54.66.doi:10.1111) 4465 1728 | ,1999.00054.ISSN: 0039 3665.http://www.pop council, org/pdst/council articles/sfp/sep.301 Bawah, pdf, Retrieved on 2008 12 29.

امریکہ کے قانون ازدواج کا ماخذ یہودیوں کی شادی کے قوانین (Ketubah in Arawaic) سے لئے گئے ہیں۔جس کے نکات درج ذیل ہیں۔

حقوق وذمّہ داریاں

- شوہریابیوی یا ان کے خاندان کو ایک دوسرے کی جنسی خدمات ،محنت اور پراپرٹی پر کنٹرول حاصل ہو۔
- شوہر یا بیوی ایک دوسرے کے واجب الادا قرض کے ذمہ دار ہوں۔
- شوہر یابیوں میں سے ایک اگر قید یا ہسپتال میں داخل ہوں تو دوسرے کواسکی عیادت کا حق حاصل ہو۔
- شوہر یا بیوی میں سے ایک کسی بھی طور معذور ہو جائے تو دوسرا فریق اس کے معاملات کی نگرانی کا ذمہ دار ہو۔

- ہر فریق، دوسرے فریق کے بچوں کا قانونی سر پرست ہو۔
- بچوں کی بہتری کے لئے دونوں فریقین کی جائیداد کا متحدہ اکاؤنٹ ہو۔
- دونوں فریقین کے خاندانوں کے آپس میں تعلقات قائم ہوں۔

مندرج بالا حقوق و ذمہ داریوں میں مختلف معاشروں میں معمولی تبدیلی ہوسکتی ہے۔

Ventura, sJ, (1995) (PDF) Birth to unmarried mother: United States 1980.92national conter for health statistics ISBN 0 8406 0507 2 http://www.cdc.gov/nchs/data/series/sr21/sr21 053, pdf.retrieved on 2008 12 29

دوسری شادی کا حق:

عیسائی مذہب صرف ایک شادی کو قانونی سمجھتا ہے جبکہ دوسری شادی کو مذہب اجازت نہیں دیتا۔

(Artical Marriage Laws , Marriage restrictions)

شادی اور مذہب:

کیتھولک مسلک کے مطابق "شادی کا بنیادی مقصد انسانی نسل میں اضافہ کرنا ہے۔اور ایسی شادی جس کا مقصد بھی نسل کو آگے بڑھانانہ ہو، کی بنیادی غلط ہے بلکہ میری شادی کے ختم ہونے کا ایک سبب ہے۔

Teenage Birth Rate Rise for First Time since 91 New York Times 2007 12-06

- عیسائی حضرت عیسیٰؑ کے Saints سے یہ عقیدہ منسوب کرتے ہیں کہ "ایک مرد اور ایک عورت کے درمیان شادی خدا کے احکامات میں سے ہے اور اس کے تخلیقی منصوبے میں اس کے بچوں کی ہمیشگی کی منزل کی بنیاد خاندان ہے" وہ بھی عقیدہ رکھتے ہیں کہ ایک مرد اور عورت کی شادی ہمیشہ اور موت کے بعد تک کے لئے ہوتی ہے۔

Ontario consultation on Religious Tolerance (2006 -12-31)"Human Sexuality and gender topic: subject of major concerns to many faith groups

یہودی عقائد کے مطابق شادی ایک مرد اور عورت کے درمیان خدائی احکامات کے تحت ایک بندھن ہے جس میں خدا براہ راست رابطے میں ہے۔اگرچہ یہودی شادی میں نسل کی بڑھوتری صرف اور صرف بنیادی مقصد نہیں لیکن ایک شادی کو احکامات کے تحت نسل ضرور بڑھانی ہے، یہاں بنیادی نقطہ مرداور عورت کے مابین تعلقات کی مضبوطی ہے۔

Homo sexual marriages: ایک ہی جنس کے مابین شادی

(same sex marriages)

دنیا بھر میں مذہبی روایات دومخالف جنس (مرد اور عورت) کے مابین شادی ہی کو شادی سمجھتے ہیں ماسوائے چند ممالک کے جیسے

-Unitarian Umiversalist.

(ایک عیسائی چرچ کے افراد جو عقیدہ تثلیث پر یقین نہیں رکھتے اور انکی با قاعدہ کوئی تعلیمات وضع نہیں ہیں)

-Metropolitan Community Church

-Quaker

(Society of Friend کے ممبران ، یہ ایک عیسائی مذہبی گروپ ہے جو کی بھی با قاعدہ تقریب کے بغیر ملتے جلتے ہیں اور تشدد اور جنگ کے سخت مخالف ہیں۔)

-United Church of Canada.

-United Church of Chirst.

-Reform jewish congregations

یہ چرچ United Presbyterian Church and Free Church of Scotland کے ملاپ سے 1900 میں Scotland میں بنا۔ Presbyterian چرچ Protestant چرچ کی ایک شاخ ہے۔

شادی کے معاشی پہلو :

جدید برطانیہ کے ابتدائی دور میں شادی کرنے والے جوڑے کی معاشی حیثیت برابر ہونے کا تصور تھا۔شادی کے بعد ساری جائیداد (جسے قسمت کا نام دیا جاتا تھا) اور بیوی کی متوقع وراثت شوہر کے قبضے میں آجاتی تھی۔

جہیز اگر چہ ایک غیر شرطیہ چیز تھی مگر شادی کے وسیع پیمانے پر معاہدے کا ایک حصہ تھا۔ مثال کے طور پر اگر دولہے کے پہلے سے بچے تھےتو ان کا اس ماں کے جہیز میں کوئی حصہ نہ تھا۔اور اگر دلہن انتقال کر جاتی تو جہیز واپس اس کے گھر (آبائی) لوٹ جا تا (اگر اس کے بچے نہ ہوتے مگر بعض اوقات اس مرد (شوہر) کی موت کی دوسری شادی کے بعد واپسی ہوتی۔اکثر اوقات بیوی اپنے جہیز کی مقدار کے برابر شوہر کی ملکیت سے بھی حقدار ٹھہرتی۔

- قدیم یہودی روایات میں یہودی ربّی شادی کرنے والے جوڑے کو Ketubah معاہدے کے تحت شادی کرنے پر زور دیتے تھے جس کے تحت یہ بھی ایک شرط ہوتی تھی کہ طلاق کی صورت میں شوہر کو ایک مخصوص رقم اور اسکی موت کی صورت میں اسکی جائیداد کا ایک حصہ اسکی بیوی کو حاصل ہوتا تھا۔یہ مقدار مہر کی اتنی رقم یا دلہن کی قیمت کا ایک نعم البدل تھی جو شادی کے وقت ، دلہا کو دولہن یا اس کے والدین کو ادا کرنی پڑتی تھی

Smith, peter (2000)"Marriage "A concise encyclopedia of the Bahai faith .oxford one world publications pp.p 232-233 ISBN-85168-184-1

یہ طریقہ کار اس لئے اختیار کیا گیا کیونکہ بہت سے مرد حضرات اپنی شادی کی عمر کے وقت جس وقت وہ شادی کرنا چاہتے تھے دولہن کی مطلوبہ قیمت دینے سے قاصر ہوتے تھے، اس لئے ربی حضرات نے رقم دینے کے معاملے کو آئندہ تک کے لئے موخر کر دیا جبکہ وہ اسے ادا کرنے کے قابل ہو سکیں۔

- دلہن کے لئے شادی کے دوسرے دن تحائف بھی دلہن کے والد کی ذمہ داری جو دلہا کی زندگی تک دلہن کے زیر استعمال رہتے تھے مگر اسکی ملکیت اس کے شوہر کی موت کے بعد ہی ہو پاتے تھے۔
- اگر بیوی کو ملنے والی وراثت کا حصہ کسی قانون کے تحت مقرر ہوتا، نہ کہ کسی آپس کے معاہدے کے تحت، تو اس بھی مہر قرار دیا جاسکتا تھا اور اس حصے کو وہ اپنی موت تک بھی ضائع نہ کر سکتی تھی اگر یہ سب کچھ اسے کسی مخصوص معاہدے یا قانونی نظام کے تحت ملا ہوتا ،اسی طرح وہ اس حصے سے دستبردار ہو جاتی تھی اگر وہ دوسری شادی کر لیتی ۔ صبح کے تحائف کی روایات کئی صدیوں تک جاری رہی تا کہ کسی دلہن کی کمزور معاشی اسے یا اس کے بچوں کو وراثت میں یا سماجی حیثیت دلا نے میں نا کائی کی صورت میں ان کا معاشی با راٹھا سکے۔
- ایک اور قانونی شرط جو بیوہ کے لئے مقرر تھی وہ تھی کہ مرد کی جائیداد خاص طور پر زمین کا ایک حصہ میاں بیوی دونوں کی ملکیت میں رکھا جاتا اور شوہر کی وفات کے بعد وہ بیوہ کا حق بن جاتا ہے۔

جدید روایات:

آج تک کئی صدیوں پہلے سے یہ طے پایا جاچکا ہے کہ شادی کرنے والے جوڑے کے ہر فریق کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ اپنی جائیداد علیحدہ رکھے یا دوسرے فریق کے ساتھ مشترکہ ہو۔ موخر الذکر میں یہ Community property کہلاتی ہے اور طلاق کی صورت میں ہر فریق کو آدھی جائیداد حصے میں ملتی ہے کچھ ممالک میں شادی شدہ جوڑوں کو یہ اجازت ہوتی ہے کہ وہ سرکاری طور پر دونوں کمائی کی اوسط ظاہر کریں۔چناچہ یہ ان جوڑوں کے لئے فائدہ مند رہتا ہے جن کی کمائیاں متنوع ہوتی ہیں۔ مگر کچھ حکومتیں ایک اوسط کمائی کے اوپر بلند ٹیکس کی شرح عائد کرتے ہیں۔یوں اسطرح اوسط کمائی کا فائدہ جہاں ایک طرف شادی شدہ جوڑے میں سے کسی ایک کے گھر بیٹھنے کی وجہ سے انکو حاصل ہوتا ہے وہاں دوسری طرف حکومت کا اوسط کمائی پر ٹیکس کی شرح کا بلند کر دینا اس فائدے کا متبادل ہو جاتا ہے۔اس کو عام طور پر شادی کا جرمانہ کہا جاتا ہے۔اگر دونوں میاں بیوی کی اوسط کائی ٹیکس کا اطلاق نہ ہو اور انفرادی کمائیوں کو جمع کر کے ان کے اوپر ٹیکس کی شرح جب نافذ کی جاتی ہے تو یقیناً ایسی شرح کہیں زیادہ بلند ہوتی ہے اور یہ پہلے سے بھی زیادہ بڑا جرمانہ بن جاتی ہے۔اس نظام کو Progremme tax system کہا جاتا ہے اور اس کا اطلاق ان پر ہوتا ہے جو زیادہ ٹیکس ادا کرنے کے قابل ہوتے ہیں۔یہ نظام مثال کے طور پر کینیڈا اور آسٹریلیا میں لاگو ہوتا ہے۔

پاکستان میں رائج فیملی لاز پر ایک نظر

پاکستان میں رائے فیملی لاز ، ضابط قوانین اور مذہبی بنیادوں پر مرتب کئے گئے روایتی قوانین کا امتزاج ہیں۔

اس وقت تقریبا 51 فیملی لاءزرائج ہیں جن میں سے 37 وفا قی جبکہ بقیہ صوبائی سطی کے ہیں۔(تفصیل کے لئے کتابچے کے آخر میں شامل ضمیمہ ملاحظہ کیے تقریباً16 فیملی لاز (9 وفاقی اور 8صوبائی) مسلمان آبادی سے متعلق ہیں۔3 عیسائی آبادی کے لئے ، 1 ہندؤں کے لئے جبکہ 1 قانون ساز پارسیوں اور سکھوں کے خاندانی ازدواجی معاملات کے لئے نافذ العمل ہیں۔

چند اہم فیملی لاءز جو پاکستان کی مسلم اکثریتی آبادی کے لئے رائج الوقت ہیں وہ درج ذیل ہیں ۔

(تفصیلی فہرست ضمیمہ کے ساتھ منسلک ہے)

- Dissolution of Muslim marriage Act 1939
- Muslim Family Law Ordinance 1961
- Family Courts Act 1964
- Muslim personal Law (shariat) 1937
- Application Act
- NWEP Muslim Personal Law (shariat) 1935
- Application Act
- West Pakistan Muslims Personal 1962
- Law (shariat) Application Act
- Muslim Personal Law (sindh) Amendment 1950 Act

- The Bridal Gift (Restriction) Act 1976
- مسلم فیملی لاءز آرڈنینس 1961، شادی ٹوٹنے کی صورتوں ،نفقہ اور مہر کے تنازعات سے متعلق ہے، جبکہ شادی ٹوٹنے کی صورتوں کو1939 Dissolution of Muslims Marriage Act میں بیان کیا گیا ہے، یا جو بھی صورت جو ایک عورت خلع کی درخواست کے ساتھ پیش کرتی ہے۔اگر چہ اس نے فیملی لاءز آرڈینَنس کے تحت ہی کیوں نہ درخواست دائر کی ہو۔(سیشن 8)
- Bridal Gift (Restation) Act 1976جہیز سے متعلق دیگر شقوں پر بالا تر ہے جبکہ Family Court Act 1964 ان تمام حقوق سے متعلق طریقہ کار کو وضع کرتا ہے۔
- Dissolution of Muslim Marriage Act 1939 وہ ایکٹ تھا جس نے برصغیر کی مسلمان عورتوں کو اسلامی قوانین کی غلط تشریحات پر مبنی معاشرے میں رائج روایتی قوانین سے نجات دی۔ترمیم شدہ" مسلم فیملی لاء زآرڈینس 1961"کے ساتھ ساتھ1939 کا یہ ایکٹ آج بھی اپنی اصلی حالت میں نافذ اور قابل عمل ہے۔اسی طرح 1937 کے Muslim Personal Law)(Shariat1937) Application Act) نے بھی مسلمانوں میں رائج روایتی قوانین کا نعم البدل پیش کیا۔یہ پورے برصغیر میں ماسوائےNWFP کے جہاں 1935 کا NWFP Muslim Personal Law (shariat) Application Act زیادہ وسعت کے ساتھ نافذ تھا، لا گو ہوتا تھا۔

1939 کا یہ ایکٹ برصغیر کی مسلمان عورتوں کے مصائب مکمل طور پر دور کرنے اور اسلام نے ان کو جو مضبوط قانونی پوزیشن عطا کی ہے اسے حاصل کرنے میں ناکام رہا۔

- ایوب خان کا دور وہ پہلا دور تھا جس میں خود ایوب خان نے پاکستان کی مسلمان عورتوں کی قانونی مشکلات کو حل کرنے اور ان کے ازدواجی حقوق کے لئے عملی قدم اٹھایا۔اس دور میں ایک کمیشن بٹھایا گیا جس نے محنت اور عرق ریزی سے اپنی سفارشات مرتب کر کے مسلم فیملی لاءز آرڈیننس 1961" کا ایک مکمل ضابطے کی صورت اجراء کیا۔اس سے پہلے خاندانی اور زرداری مقدمات سول عدالتوں میں طے کیے جاتے تھے جس کا طویل اور مشقت طلب طریقہ کار مقدموں کی طوالت کا ایک بنیادی سبب تھا۔اسی دور میں 1964 قائم کی گئی فیملی کورٹس نے خاندانی تنازعات اور مقدمات کے نبٹانے کے عمل کو مختصر اور سہل بنایا۔خاندانی جھگڑوں کے معاملات کو عدالت جانے سے پہلے اور بعد میں "مفاہمتی ٹرائل"(Pretrial and Post trial) کے مواقع فراہم کئے۔
- 1973 میں ترتیب دیئے گئے پاکستان کے آئین میں یہ اصول واضح طور پر طے کر دیا گیا ہے کہ مسلمانان پاکستان کی زندگیوں کے اصولوں کو اسلام کے عقائد اور بنیادی اصولوں کے مطابق بنانے کے لئے ہر اقدام اٹھایا جائے گا اور کوئی ایسا قانون مرتب نہیں کیا جائے گا جو قرآن وسنت کے اصولوں سے ہٹ کر ہو۔
- اسی آئین کا آرٹیکل 35ریاست ، خاندان ، شادی اور بچوں کا تحفظ یقینی بنائے گی "پاکستان کی ہر عورت بچوں اور خاندان کے افراد کے بنیادی حقوق کے حصول کی راہ

متعین کرتا ہے۔اگر چہ عملی طور پر ان کی ہدایات کو بری طرح اعلانیہ نظرانداز کیا جاتا ہے۔

مسلم فیملی لاءز آرڈیننس 1961 کی چند اہم اصطلاحات ،شرائط اور شقیں درج ذیل ہیں (تفصیل کے لئے ضمیمہ ملاحظہ ہو)

1) سیکشن 5:

1. نکاح کی کی تعریف، نکاح کی شرائط، خلع کی قانونی شرائط خلع حاصل کرنے کی صورت میں عورت کی مہر سے دست برداری یا معاوضہ کی صورتیں۔ مہر خطبہ نکاح، طلاق دینے کا طریقہ کار شامل ہیں۔
2. غیر قانونی نکاح کی شرائط میں بیان کیا گیا ہے کہ درج ذیل صورتوں میں شادی فاسق ثابت ہوگی۔
    - شادی کے معاہدے میں گواہ شامل نہ ہوں۔
    - چار بیویوں کی موجودگی میں مرد کا پانچویں شادی کرنا۔
    - عدت کے عرصے میں عورت کا دوسری شادی کر لینا۔
    - فریقین کا باہمی ہم مذہب نہ ہونا۔
    - حلالہ کے بغیر ، مطلقہ (طلاق مغلظہ کے بعد) بیوی سے شادی کر لینا۔
    - غیر قانونی حالات میں شادی کرنا۔

2) سیکشن 6 : دوسری شادی سے متعلق شقوں پر مشتمل ہے۔

3) سیکشن 7 : طلاق کے بابت شقیں شامل ہیں

- اس سیکشن میں طلاق احسن ، طلا ق حسن طلاق ،بدعت ،طلاق تفویض، مبارزت اور خلع کی تعریفیں بیان کی گئی ہیں۔
- خلع حاصل کرنے کی جو صورتیں Muslim Marriage Act 1939 میں دستیاب نہ ہوں تو وہ Muslim Family Law 1961 کے تحت خلع کی درخواست دائر ہوسکتی ہے۔
- مسلم پرسنل لا ء1964، شادی اور اس کے ٹوٹنے کی صورتوں میں مہر کے معاملات سے تعلق ہے جبکہ Bridal Gift Restrition Act 1976 جہیز کے بارے میں قانونی ضابطوں پر مشتمل ہے۔

مطلقہ بیوی کے حقوق:

طلاق اور خلع کی مختلف صورتوں کے مطابق پاکستانی قوانین کے تحت ایک مطلقہ عورت اپنے سابقہ شوہر یا قانون سے درج ذیل حقوق کی حقدار قرار پاتی ہے۔یہ ضا بطے طلاق اور خلع کی ہر صورتحال کے مطابق طے کئے گئے ہیں۔جس کی تفصیلات ضمیے میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے یہاں ہم ایک مختصر خاکہ پیش کررہے ہیں۔

- مہر
- نفقہ
- بچوں کی کفالت

- بچوں کی سر پرستی، نگہبانی
- جہیز ،تحائف کی واپسی
- طلاق المرض میں وراثت کا حصہ
- دوسری شادی
- پاکستانی فیملی قوانین کے تحت علیحدگی کی مختلف صورتوں کی مناسبت سے عورت اپنامہر اور جہیز کا سامان واپس لے سکتی ہے۔اور نہ ملنے کی صورت میں عدالت سے رجوع کرسکتی ہے۔
- ایک مطلقہ عورت اپنے سابق شوہر سے عدت کے دوران نفقہ کی حقدار ہوتی ہے۔ بصورت دیگر وہ شکایت درج کرانے کا حق رکھتی ہے بلکہ وہ اس مدت کا نفقہ (اگر شوہر نے معروف طریے پر ادانہ کیا ہو) بھی حاصل کرنے کے لئے عدالت سے رجوع کرسکتی ہے جبکہ وہ سابق شوہر کے نکاح میں تھی۔
- لیکن اگر بیوی کی جائزعذر کے بغیر شوہر سے علیحدرہ رہی ہو تو وہ نفقہ کی حقدارنہ ہوگی بجزاس کے کہ وہ شوہر کے ظلم ستم یافوری مہرکی عدم ادائیگی کی بنا پر علیحدہ رہ رہی ہو۔
- جائیدادی تحائف، جو شادی سے پہلے، شادی کے وقت یا شادی کے بعد عورت کے شوہر، احباب یا رشتے داروں کی طرف سے دیئے گئے وہ اسکی حقدار ہوگی۔
- مندرجہ بالا تمام حقوق نہ ملنے پر عورت ایک باقاعدہ طریقہ کار کے تحت سابقہ شوہر کے خلاف عدالت جاسکتی ہے۔

- پاکستانی قانون کے تحت بھی عورت طلاق رجعی کے بعد عدت کی مدت اپنے شوہر کے گھر گزار یگی اور نفقہ اور اچھے سلوک کی مستحق قرار پائے گا۔
- بچوں کی سر پرستی اور نگہبانی کے لئے ماں زیادہ حقدار ہے۔لہذا پاکستانی قانون کے تحت بھی ، اسلامی اصولوں کے مطابق ، بچوں کی پرورش ماں کی ذمہ داری بنتی ہے۔(اگر چہ باہمی مفاہمت سے کوئی اور فیصلہ بھی کیا جاسکتا ہے) لڑکی کی پرورش اس کی شادی تک اورلڑکے کی بلوغت تک ہے۔جبکہ باپ پر اس تمام عرصے کے دوران بچوں کی کفالت کی ذمہ داری ہے کیونکہ باپ ہونے کی حیثیت سے و ہی کفیل ہے۔اسی طرح ماں کی ولایت کی بھی شرائط ہیں۔

تمام ازدواجی حقوق وفرائض پاکستان میں رائج درج ذیل قوانین میں بیان کئے گئے ہیں اور عدالتیں انہی قوانین کی روشنی میں متعلقہ مقدمات کا فیصلہ کر پاتی ہیں۔

- The N.W.F.P Muslims Personal Law (shariat) Application Act, 1935
- The Muslim Personal Law (shariat) Application Act, 1937.
- The West Punjab Muslim Personal Law (shariat) Application Act, 1948.
- The West Pakistan Muslim Personal law (shariat) Application Act ,1962
- Child Marriage Restraint Act, 1929(Act x1xof 1929) Rhe aim of this Act was to restrain the solemnization of a child marriage.
- The Dissolution of Muslim Marriage Act, 1939 (This is the most important piece of legislation promulgated in the

arear of Muslim Family Law. It consolidates and clarifies the provision of Muslim law relating to the valid grounds for dissolution of a marriage in a suit filed by the wife.

- Dowry and Bridal Gifts Restriction Act, 1976(XLIII of 1976);

Dowry and Bridal Gifts Restriction Rules 1976 and the West Pakistan Dowry (Prohibition on Display) Act (West Pakistan Act No.XVI of 1967). These laws were introduced to take measures to regulate, restrict and ultimately eliminate the practice of Dowry, but till today this legislation has not been exacted.

- The Guardian & Wards Act 1890:

The custody and guardianship matters falls within the schedule of the Family court Act 1964 and therefore, are decided by the Family Judge acting as a Family Judge.

- The Muslim Family Laws ordinance 1961:

پاکستان میں پہلی بار اس قانون کے ذریعے شادی ، طلاق خلع ، طلاق تشویش اور دوسری شادی کے ضابطہ کار کو مرتب کیا گیا۔

- بچوں کی شادی کے معاملات میں لڑکی کی عمر 14 سال سے بڑھا کر 16 کر دی گئی ہے۔
- اس قانون کے ذریعے وراثت کے پیچیدہ مسئلوں کو بھی حل کیا گیا ہے۔
- دوسری شادی کے لئے رجسٹرار اور پہلی بیوی کی اجازت ضروری قرار پائی۔

- اس کے علاوہ عورت کے مہرنفقہ اور اسی طرح کے دیگر ازواجی معاملات کی قانونی باریکیاں بھی اسی قانون اور The Family Court Act 1964, The Family Court Rules 1965 کے تحت مد نظر رکھ کر حل کی گئیں۔
- یہ قانون دیگر تمام روایت قوانین بلکہ Muslim Personal Law پر بھی برتری رکھتا ہے۔

سفارشات

ازدواجی معاملات میں اسلامی ، پاکستانی اور دیگر مذاہب کے قواعد و ضوابط پر نظر ڈالنے کے بعد اس بات کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ پاکستانی اور دیگر دنیاوی قوانین صرف تعزیری قوانین پر مبنی ہیں جبکہ اسلام زندگی کے ان اہم ترین معاملات کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کر کے اس کا کوئی گوشہ خالی نہیں چھوڑتا چناچہ اس میں تعزیری کے ساتھ ساتھ تاکیدی اصول بھی شامل ہیں۔آپ ﷺ کے زمانے میں عورتیں شوہروں یا گھر کے دیگر مردوں کی بدسلوکی اور بے رخی تک کی شکایت لے کر آپ ﷺ کے پاس پہنچتی تھی اور آپ ﷺ ان مردوں کو بلا کر ان کا مدعا سن کر ان عورتوں کی شکایت کا ازالہ فرماتے تھے۔جہاں تک تعزیری قوانین کی بات ہے پاکستانی قوانین الحمداللہ تقریباً اسلامی اصولوں کی بنیاد پر ہیں۔ ایک ضابطہ جو قرآنی علم کی حیثیت رکھتا ہے۔وہ مرد کی کفالت کی ذمہ داری کا ہے لہذا اس پر بھی فوری طور پر قانونی عملدرآمد ہونا چاہئے۔

ان تمام پہلوؤں کو مدنظر رکھتے ہوئے درج ذیل سفارشات پیش کی جاتی ہیں۔

- ازدواجی زندگی کے ان تمام حقوق کی قانون میں مصدقہ حیثیت ہونی چاہیے جس کے تحت دونوں فریقین کے حقوق و ذمہ داری کا واضح تعین ہو۔اور خلاف ورزی کرنے والوں کی تعزیری سزائیں مقرر کی جائیں۔اور اس سلسلے میں جا اور بے جا شکایات کا فرق بھی واضح ہو۔
- جہاں عورتوں کو حقوق نہیں ملے ان کے مقابلے میں جہاں حقوق وخودمختاری مل چکی ہے اسے بھی واضح طور پر بلا تعصب اعدادوشمار کے ساتھ پیش کیا جائے۔

- جہاں ازدواجی حقوق کی کمی کی شکایت ہو وہاں دونوں فریقین کے کردار ،عوامل ، اور ذمہ داری کا تعین، نشاندہی اور درستگی کا اہتمام ہو اسی کے مطابق فیصلہ طے کئے جائیں۔
- ایک ساتھ تین طلاق دینے والے ، خاندان کی کفالت نہ کرنے والوں لڑکی یا لڑکے یا ولی کی مرضی کے بغیر شادی کا اہتمام کرنے والے مطلقہ بیوی سے حسن سلوک نہ رکھنے والوں ، گھریلو جھگڑوں میں انتہا پسندی کا رویہ کرنے والوں اور اسی طرح کے دیگر از دواجی معاملات کو نبٹانے کے لئے ایک الگ محکمہ اور عملہ مختص ہو جس میں اہل علم ذمے داران کا تعین کیا جائے وہ اس شعبے میں مکمل اہلیت اور اختیار رکھتے ہوں۔
- خاندان کی کفالت کی ذمہ داری پوری طرح ادا نہ کرنے والے مردوں کے لئے تعزیری سزائیں یاجر مانے یا دونوں مقرر کئے جائیں تا کہ یہ اولین فریضہ ادانہ کرنے والوں کے خلاف بھر پور تادیبی کاروائی ہو سکے۔
- خاندانی منصوبہ بندی اور اسقاط حمل کے قوانین کامل اسلامی سانچے میں رکھا جائے۔
- عدالتی کاروائیوں کا طریقہ کار آسان، پیچیدگیوں سے دور ہو۔ ہر مستحق عورت کے لئے انصاف کا حصول سہل اور قریب ترین ہونا چاہیے۔
- ان کاروائیوں کا خرچ بھی کم ازکم ہونا چاہئے تاکہ ہر طبقے کی عورت با آسانی عدالت کا دروازہ کھٹکھٹا سکتی ہو۔
- عدالتی کاروائیوں کے دوران نسوانی پروٹوکول کا اہتمام ہونا چاہیے تا کہ ہر طبقے کی عورت اپنے مقدمات کے سلسلے میں بلاجھجک عدالت میں حاضر ہو سکے۔

- خواتین عدالتوں میں خواتین ججوں ہی کی تعیناتی ہونی چاہئے۔ اور ججوں کا کردار بھی انتہائی مصالحانہ اور مثبت ہونا چاہئے۔انہیں خاندانی استحکام کاپور شعور و ادراک ہونا ضروری ہے تا کہ وہ معاشرے میں ہم آہنگی پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کر سکیں۔
- خواتین عدالتوں کی تعداد بھی انکی آبادی اور معاملات کے لحاظ سے متعین ہو نی چا ہے۔ہر ضلع کی سطح پر ایک Family Court ہو تا کہ انصاف کا حصول یقینی اور سہل ہو۔

حوالہ جات:

- حقوق الزوجین۔۔۔۔۔۔از مولانا سید ابوالاعلی مودودیؒ۔
- اسلام اور ضبط ولادت۔۔۔۔۔از مولانا سید ابوالاعلی مودودیؒ۔
- خاندانی نظام۔۔۔۔۔۔۔۔۔از السید سابق مصری ترجمہ تخریج حافظ محمد اسلم شاہدری۔
- اسلام کا نظام عفت وعصمت۔۔۔۔۔۔از مولانا محمد ظفیر الدین۔
- احکام طلاق ونظام شرعی عدالت۔۔۔۔از مولانا اشرف علی تھانویؒ۔
- اسلام کا عائلی نظام۔۔۔از مولانا جلال الدین عمری۔
- قرآن میں عورت کی حیثیت۔۔۔۔۔ازمائل خیر آبادی۔
- عورت قبل از اسلام و بعد از اسلام۔۔۔۔از پروفیسر ڈاکٹر حافظ سید ضیاء الدین۔
- پردہ اور حقوق الزوجین۔۔۔۔۔۔ازالحاج مولانا محمد کمال الدین۔
- Women's right in Islam by Muhammad Sharif Chaudhry
- Women and Islamic law by Safia Iqbal

عورت کے ازدواجی حقوق اسلام اور پاکستانی قانون کی روشنی میں

کتابچہ مستند علماء کرام کی تحریروں کے ذریعے مرتب کیا گیا ہے۔چونکہ بات اسلامی فقہ کی ہے لہذا اسے ترتیب دیتے وقت اس بات کا بھی خیال رکھا گیا ہے کہ الفاظ بھی وہی لکھے جائیں جو ان علما کرام کے فتوں میں تحریر ہیں لہذا اس میں مؤلف کے اپنے ذاتی آرا کا کوئی عمل دخل نہیں۔البتہ کہیں کہیں زبان کو سادہ کرنے کے لئے مشکل لفظ کا نعم البدل اپنی طرف سے شامل تحریر کیا گیا ہے۔

ڈاکٹر فرح اسلم

تشکر:

- اسماء منظور(ویمن اسٹڈیز ڈیپارٹمنٹ کراچی یونی ورسٹی) برائے مسلم فیملی لاء آرڈنینس
- عائشہ خلیل :For Internet material
- کمپوزنگ کے لئے۔
  - خالد نذر صاحب۔
  - رقیہ احسان۔
  - عائشہ خلیل

Federal laws

S. No.	Laws	Application Target Group
01	Family Courts Acts, 1964	All Citizens of Pakistan
02	Child Marriage Restraint Act, 1929	
03	The Guardians and Wards Act, 1890	
04	The Majority Act	
05	Dowry and Bridal Gifts (Restriction) Act, 1976	
06	The Charitable and Religious Trusts act, 1920	
07	The Small Claims and Minor Offences Courts Ordinance 2002	
08	The Conciliation Courts Ordinance, 1961	
09	The Foreign Marriages Act, 1903	
10	The Maintenance Orders Enforcement Act, 1921	
11	The Claims for Maintenance (Recovery abroad) Ordinance, 1959	For contracting parties staying abroad
12	The Special Marriage Act, 1872	Does not apply to Christians, Hindus, Muslims, Parsis, Buddhists: Sikhs or Jain
13	The Married Women's Property Act, 1874	Does not apply to those who at the time of marriage professed, Muslim, Hindu, Buddhist, Sikh or Jaina religion.
14	Muslim Family Laws Ordinance, 1961	Muslims

15	The Dissolution of Muslim Marriages Act.	
16	The West Pakistan Rules under the Muslim Family Laws Ordinance, 1961	
17	The West Pakistan Muslim Personal Law (Shariat) Application (Amendment) Ordinance, 1963	
18	The Muslim Personal law (Shariat) Application Act, 1937	Does not apply to NWFP
19	The West Pakistan Muslim Personal Law (Shariat) Application (Amendment) Act, 1964	Does not apply to tribal areas
20	The Kazis Act, 1880	
21	The Cutchi Memons Act, 1938	Cutchi Memons
22	The Khoja Disposition of Property Act, 1916	Shia and Sunni
23	The Anand Marriage Act, 1979	Sikhs
24	The Christian Marriage Act, 1972	Christians
25	The Marriages Validation Act, 1892	
26	The Divorce Act, 1869	
27	The Hindu Widow's Act Marriage Act, 1856	Hindus
28	The Hindu Marriage Disabilities Removal Act, 1946	
29	The Hindu Married Women's Right to Separate Residence and Maintenance Act, 1946	
30	The Arya Marriage Validation Act, 1892	
31	The Hindu Disposition of Property Act, 1916	

32	The Hindu Inheritance (Removal of Disabilities Act, 1928) (Act XII of 1928)	
33	The Hindu Law of Inheritance (Amendment) (Act II of 1929)	
34	The Hindu Marriage (Disabilities Removal) Act Xxviii Of 1946	
35	The Hindu Married Women's Right to Separate Residence and Maintenance Act	
36	The West Pakistan Hindu Women's Rights to Agricultural Land Ordinance (X1 Of 1959)	
37	The Parsi Marriage and Divorce Act, 1936	Parsis

PROVINCIAL LAWS

S. No.	Laws	Application Target Group
01	The Punjab Marriage Functions (Prohibition of Ostentatius Punjab Limitation (Custom) Act, 1920	ALL CITIZENS
02	Displays and Wasteful Expenses) Act, 2003	Punjab
03	Punjab Laws Act, 1872	
04	The Punjab Court of Wards Act, 1903	Punjab and N.W.F.P.
05	The Sind Court of Wards Act, 1905	Sind
06	The Punjab /Sindh /N.W.P/Baluchistan Muslim Personal Law (Shariat) Application Act, 1962	ALL MUSLIMS All of Pakistan except the tribal areas
07	The punjab Muslim Personal Law (Shariat) Application Punjab (Amendment) Act 1951	
08	The Punjab Muslim Personal Law (Shariat) Application (Removal of Doubts) Ordinance, 1972	
09	The Punjab Muslim Personal Law (Shariat) Application (Removal of Difficulties) Ordinance, 1975	

10	The West Punjab Muslim Personal Law (Shariat) Application Act, 1948	
11	The Muslim Personal Law (Shariat) Application (Sind Amendment) Act, 1950	Sind
12	The Sind Muslim Marriages Act, Divorce Registration Act, 1955	
13	The N.W.F.P Muslim Personal Law (Shariat) Application Act, 1935	N.W.F.P
14	The Hindu Women's Rights to Property (Sind Extension to Agricultural Land) Act, 1950	ALL HINDUS Sind

Muslim Family Law Ordinance:

In the Muslin World and among Muslim communities, Islam operates as a way of life, as much as a religion. It regulates the details of everyday life through written and un-written codes which have a direct impact on people's social, economic, political and personal responsibilities and rights. These laws are fixed and are shaped by socio-economic and political developments and involve a constantly changing selection of customs, traditions, religious codes and external sources of law.

Prior to the partition of India and Pakistan, matters relating to marriage, divorce, dower, inheritance and succession and family relationship were governed by, customary laws as well as by the religious laws modified by the customs, subject to certain modifications by legislative enactments.

The act, which to some extent relieved Muslim women of customary law and the misinterpretation and misapplication of Muslim law in the matter of divorce by pronounced by the wife, was the 'Dissolution of Muslim Marriages Act, 1939.' This act continues to be applied today, practically in its original form, apart from certain amendments made by the 'Muslim Family Laws Ordinance, 1961'. Similarly, the 'Muslim Personal Law (Shariat) Application Act was promulgated in 1937 to displace customary practice with regard to Muslims. This was

enforced in the whole of India except in the Province of N.W.F.P., which already had its own Act with a wider scope

NWFP Muslim Personal Law (Shariat) Application Act, 1935.

Nevertheless, this Act did not redress the grievance of Muslim women and the avowed purpose of the Act to raise Muslim women to the position Islam had granted them, was not achieved.

Section 2 of the Muslim Personal Law (Shariat) Application Act, 1937, states, **"Not with standing any customs or usage to the contrary in all questions (save questions relating to agriculture land)** regarding intestate succession, special property of females, including personal property inherited or obtained under contract or gift or any other provision of personal law, marriage, dissolution of marriage, including talaq, ila, Zihar, Lian, Khula and Mubarat, maintenance, dower, guardianship, gifts trusts and trust properties, and wakf (other than charitable and religious endowments) the rule of decision in cases where the parties are Muslim shall be the Muslim Personal Law (Shariat)." Agricultural land was completely excluded from the operation of the Act, and as a result, customs relating to the inheritance of agricultural land by the male heirs to the exclusion of female heirs continued, thereby depriving a large number of women of their legitimate share as prescribed under the Islamic Law. The purpose of the Act was defeated by the exclusion of agricultural land.

This law only applied to intestate succession and had no application to testate succession. Under the Muslim law there are limitations to the disposal of property by will.

The first line of legal reforms was the **'The West Punjab Muslim Personal Law (Shariat) Application Act (IX of 1948)'.** Initially, the scope of this Act was enlarged to cover the question regarding succession (including succession to agricultural land). However, in 1951, the scope was further enlarged to all questions of succession (whether testate or intestate). The agricultural land and testate succession were no more excluded from the operation of Muslim Personal Law (Shariat) Application Act, in the Province of Punjab.

A similar amendment was introduced by the Muslim Personal Law (Sindh) Amendment Act, 1950.

Then came the era of Field Martial General Ayub Khan. Although the legitimacy of late General Ayub Khan's rule might be disputed, he was definitely the first person to take practical steps towards resolving the problems of women in this country, particularly with respect to the legal aspects of family and matrimonial matters. At that time, commission was appointed to look into the laws regarding family matters and marriages and, in the light of its recommendations the family Courts were established and the **Muslim Family Laws Ordinance, 1961** promulgated in a codified form. Prior to this, family disputes were decided by Civil Courts, which had a reputation for delay due to difficult and lengthy procedure which created many problems for the settlement of family

disputes. The commission appointed by General Ayub found that this amounted to “justice delayed, justice denied”. The Family Court Act, 1964, shortened and simplified the procedure and adopted all possible means of providing speedy disposal of family matters. For the first time, law provided for a means of reconciliation, before and after, the trial, refer to as "pre-trial" and “post-trial" reconciliation proceeding, respectively.

Also, in 1962, the West Pakistan Muslim Personal Law (Shariat) Application Act, was enacted. This Act extended to the whole of West Pakistan excluding the Tribal areas. This Act was significant in bringing uniformity in the application of Muslim Personal Law in matters relating to personal life where the parties are Muslim, in all the areas of West Pakistan except the Tribal Areas. An important result of the 1962 Act was that legally women became entitled to inherit property as the Muslim law prescribed in this regard became applicable to family life and other matters including gifts.

It may be noted that section 2 of the West Pakistan Muslim Personal Law (Shariat) Application Act, 1962, abrogates customs and usages but it provides that the application of Muslim Personal law is subject to the provisions of any law in force, relating to matters of personal law enumerated in the section.

Muslim personal law is applied in courts in accordance to the sect to which an individual Muslim litigant belongs. The Muslims in Pakistan are divided into two main sects, Sunni and

Shia. The Sunnis are divided into four sub-sects, following the four Imams Abu Hanifa, Malik, Shafi and Ahmed-bin-Hanbal.

The Constitution of Pakistan, 1973, enunciates as a principle of policy that steps shall be taken to enable the Muslims of Pakistan, individually and collectively to order their lives in accordance with the fundamental principles and basic concepts of Islam.

Part-II of the Constitution of Islamic Republic of Pakistan, 1973, provides the fundamental rights and principles of policy. Although the entirety of part II is important, I will focus on two important articles, Article 25 and Article 35. Article 25(1) of the 1973 Constitution provides that **"All Citizens are equal before law and are entitled to equal protection of law"**. Article 25(2) provides that **"There shall be no discrimination on the basis of sex alone".** Clause 3 of Article 25 provides that **"Nothing in this article shall prevent the state from making any special provision for the protection of women and children".** The purpose of clause 3 is the protection of women and children. It is a form of beneficial legislation and encourages the State to take up affirmative action policies to protect women and children.

Similarly, Article 35 provides that "**The State shall protect the marriage, the family and the child".** Thus, the fundamental rights and principles of policy clearly empower the state to give protection to women, children and family. However, in reality, many of these Constitutional guarantees are blatantly ignored

Q.1 Definition of Nikkah (Marriage), Khula, Talaq, and other conditions for dissolution of Marriage (Family Law 1961 and 1939 or any other).

DEFINITION OF NIKAH (marriage)

Nikkah is an Arabic term used for marriage. It means “contract” ("Aqd in Arabic). The Quran specifically refers to marriage as "mithaqun Ghalithun, which means “a strong agreement".

"And they have taken a strong pledge (Mithaqun Ghalithun) from you?”

(Quran 04:21)

The seriousness of this covenant becomes very obvious when one finds the same term i.e., Mithaqun Ghalithun, being used for the agreement made between Allah and the Prophet before granting them the responsibly of the Prophethood. (Quran 33:7)

According to MFLO 1961

Nikkah or Marriage implies a particular contract used for the Purpose of legalizing generation. However, Bilie states, on authority from Kifayah that marriage is also instituted for the "solace of life" and is one of the "prime or original necessities of man'". Therefore, marriage remains lawful even in extreme old age, after hope of offspring has ceased or during marz-ul-maut (terminal illness).

All major writers on Muslim jurisprudence agree that marriage according to Islam is in the nature of a contract; hence all the requisites of a valid contract must be fulfilled.

Who can marry?

The parties to the marriage contract must have capacity. Every adult Muslim of sound mind may enter into a valid contract of marriage.

Witness, conditions & necessity of consent

Marriage of a Muslim who is of sound mind and who has attained puberty is void if it is brought about without his/her consent. There must be **eejab o kabool** i.e., proposal and acceptance at one meeting. The words with which the marriages is contracted must be clear and unambiguous.

Valid, Irregular and void marriages

Valid marriage:

A valid marriage is one where all the requisites have been fulfilled. It imposes on the husband the obligation of mehr or dower, and of maintenance of his wife. It establishes on both sides the rights of inheritance and the prohibition degrees of relationship.

Void marriage:

A void marriage is no marriage in the eyes of the law. It does not create any civil rights or obligations between the

parties and the offspring's of such a marriage are illegitimate. The obstacle in void marriage is permanent and perpetual and cannot be remedied. i.e. marriages within the prohibited degrees: consanguinity, affinity and fosterage. Marriage with a women whose husband is alive and who has not divorced her, marriage of an adult and sane person brought about without his/her consent.

Irregular marriage:

An irregular (fasid) marriage is one that suffers from a temporary bar or informality. An irregular marriage has no legal effect before consummation and can be terminated by either party, either before or after consummation. Once the marriage has been consummated, the wife becomes entitled to dower, she is bound to observe iddat, and the issue of the marriage is legitimate. Once the temporary bar or informality has been removed or corrected, the marriage becomes valid with all the incumbent rights and obligations on both the parties. The following marriages are considered irregular:

1. Marriage contracted without witnesses
2. Marriage with a women during her iddat or waiting period
3. A fifth marriage by a man already having four wives
4. In some cases, a marriage involving spouses of different religious faiths
5. Remarriage with a thrice repudiated wife without an intervening marriage (halala)

6. A marriage of unlawful conjunction

Polygamy: Section6

1. No man, during the subsistence of an existing marriage, shall except With the previous permission in writing of the Arbitration Council, contract another marriage, nor shall any such marriage contracted without such permission be registered under this Ordinance.
2. An application for permission under Sub-section (1) shall be submitted to the Chairman in the prescribed manner together with the prescribed fee, and shall state reasons for the proposed marriage, and whether the consent of existing wife or wives has been obtained there to.
3. On receipt of the application under Sub-section (3), Chairman shall ask the applicant and his existing wife or wives each to nominate a representative, and the Arbitration Council so constituted may, if satisfied that the proposed marriage is necessary and just, grant, subject to such condition if any, as may be deemed fit, the permission applied for.
4. In deciding the application the Arbitration Council shall record its reasons for the decision and any party may, in the prescribed manner, with the prescribed period, and on payment of the prescribed fee, prefer an application for revision, to the Collector concerned and his decision shall be final and shall not be called in question in any Court.

5. Any man who contracts another marriage without the permission of the Arbitration Council shall
   (a) Pay immediately the entire amount of the dower whether prompt or deferred, due to the existing wife or wives, which amount, if not so paid, shall be recoverable as arrears of land revenue; and
   (b) On conviction upon complaint be punishable with the simple imprisonment which may extend to one year, or with fine which may extend to five thousand rupees, or with both.

Talaq. Section 7

Definition:

The prerogative of the Muslim male to unilaterally terminate the marriage contract irrevocably without assigning any cause is known as talaq. Three modes of pronouncing talaq are recognized by the various schools of Muslim jurisprudence:

I. Talaq-e-ahsan: A single pronouncement of divorce made during a tuhr or period between menstruations, followed by abstinence from sexual intercourse for the period of iddat.

II. Talsaq-i-hasan: Three pronouncements of divorce during three successive tuhrs, no intercourse taking place during any of the tuhrs.

III. Talaq-e-bidat: Three pronouncements of divorce either in one sentence or three separate sentences, one a single

occasion. The intention to pronounce an irrevocable divorce must be present.

Dissolution of marriage otherwise than by talaq. (Talaq-i-tafweez)

Where the right to divorce has been duly delegated to the wife and she wishes to exercise that right, or where any of the parties to a marriage wishes to dissolves the marriage otherwise than by talaq the provisions of section 7 shall, mutatis mutandis and so far as applicable, apply.

Mubarat:

The main difference between khula and mubarat is that in the former the wife is bound to give a consideration to the husband for release from the marital tie whereas in mubarat the spouses mutually agree to terminate the marriage contract and the wife may or may not give anything to the husband in exchange. Mubarat can be conditional or unconditional. In mubarat wife has to observe iddat and the husband is bound to maintain her during this period.

Khula

Muslim jurisprudence defines khula as meaning "to put off, as a man is said to khula his garment when he puts it off…. In law it is laying down by husband of his right and authority over his wife for an exchange". Khula occurs when the aversion is on the side of wife and she takes the initiative in the dissolution of the marriage by agreeing to forgo her dower

and/ or other material benefits given by the husband. Khula is the wife's right, it is a right that she may not exercise unilaterally in the manner in which the husband could pronounce talaq.

Q2. Requisites of Nikkah (Marriage), Khula and Talaq.

Requisites of Nikkah: Section 5

1. Every marriage solemnized under Muslim Law shall be registered in accordance with the provisions or this Ordinance.
2. For the purpose of registration of marriage under this Ordinance, the Union Council shall grant licenses to one or more persons, to be called Nikah Registrars, but in no case shall more than on Nikah Registrar be licensed for any one Ward.
3. Every marriage not solemnized by the Nikah Registrar shall, for the purpose of registration under this Ordinance be reported to him by the person who has solemnized such marriage.
4. Whoever contravenes the provisions of such-section (3) shall be punishable with simple imprisonment for a term which may extent to three months, or with fine which may extend to one thousand rupees, or with both.
5. The form of nikahnama, the registers to be maintained by Nikah Registrars, the records to be preserved by Union Councils, the manner in which marriage shall be

registered and copies of nikahnama shall be supplied to parties, and the fees to be charged thereof, shall be such as may be prescribed. (6) Any person may, on payment of the prescribed fee, if any, inspect at the office of the Union Council the record preserved under sub-section ,(5) or obtain a copy of any entry therein.

Mahr:

The marriage-gift (mahr) is a divine injunction. The giving of mahr to the bride by the groom is an essential part of the contract. Mahr is a token commitment of the husband's responsibility and may be paid in cash, property or movable objects to the bride herself. The amount of mahr is not legally specified, however, moderation according to the existing social norm is recommended. The mahr may be paid immediately or deferred to a later date, or a combination of both, the deferred mahr however, falls due in case of death or divorce.

Sermon:

The assembly of nikkah is addressed with a marriage sermon (Khutba-tun-nikah) by the Muslim officiating the marriage. In marriage societies, customarily, a state appointed Muslim judge (Qazi) officiates the nikkah ceremony and keeps the record of the marriage contract. The documents of marriage contract are filed with the mosque (masjid) and local government for record.

Primary Requirements:

1. Mutual agreement (Ijab-o-Qubul) by the bride and the bridegroom
2. Two adult and sane witnesses
3. Mahr to be paid by the groom to the bride either immediately or deferred

Secondary Requirements:

1. Legal guardian (Wakeel) representing the bride
2. Written marriage contract signed by the bride and the bride groom and witnesses by two adult and sane witnesses.
3. Qadi or Moazoon, a responsible person officiating the marriage
4. Khutba-tun-nikah to solemnioze the marraige

Requisites of Khula

Khula occurs when aversion is on the side of the wife and she takes the initiative in the dissolution of marriage by agreeing to forego her dower and other material benefits given by the husband. If the wife does not wish to seek dissolution by way of khula, she may still seek dissolution on other grounds mentioned in the Dissolution of Muslim Marriages Act, 1929, such as husband's impotency, prolonged insanity or imprisonment, and his failure to perform marital obligations or maintain his wife. Desertion is also accepted as

a ground for dissolution of marriage when of the husband have not been known for the last four years.

The law and Justice commission of Pakistan vide report no 33 recommended that in suit for dissolution of marriage on the ground of Khula the court shall determine marriage benefits and pass decree for dissolution of the marriage and suggested that in West Pakistan Act No XXV of 1964, in section 10, after subsection IV the following new Sub-section shall be added, Namely

In a suit for dissolution of marriage on the sole ground of khula, the court shall determine and restore to the husband benefits, derived by the wife in consideration of marriage and pass decree of dissolution of marriage".

Contrary to the recommendation of the Law and justice commission that the court will determine and restore to husband benefits derived by the wife in consideration of marriage when the dissolution of marriage is sought the sole ground of khula, the following provision has been added in section 10 of the West Pakistan Family Court Act, 1964 vide Ordinance No. LV of 2002.

By inserting the above provision it is now mandatory for a wife to restore to the husband the haq mehr in case of dissolution of marriage on any ground mentioned in section 2 ofthe Dissolution of Muslim Marriagrs Act, 1939. The recommendation of the commission was confined only to dissolution of marriage on the basis of khula in which case she

has to return the marriage benefits and not on other ground. It is therefore proposed to amend suitably the provision added after sub-section (4) of section 10 of the West Pakistan Family Court Act, 1964 to confine the return of marriage benefits only in case the marriage is dissolved on the basis of hula.

Divorce

1. Any man who wishes to divorce his wife shall, as soon as may be after the pronouncement of talaq in any form whatsoever, give the chairman a notice in writing of his having done so, and shall supply a copy thereof to the wife.
2. Whoever, contravenes the provisions of sub-section (1) shall be punishable with simple imprisonment for a term which may extend to one year, or with fine which may extend to five thousand rupees, or with both.
3. Save as provided in sub-section (5) talaq, unless revoked earlier, expressly or otherwise, shall not be effective until the expiration of ninety days from day on which notice under sub-section (1) is delivered to the Chairman.
4. Within thirty days of the receipt of notice under Sub-section (1), the Chairman shall constitute an Arbitration Council for the purpose of bringing about a reconciliation between the parties, and the Arbitration Council shall take all steps necessary to bring about such reconciliation.

5. If the wife be pregnant at the time talaq1s pronounced, talaq shall not be effective until the period mentioned in Sub-section (3) or the pregnancy, whichever later, ends.
6. Nothing shall debar a wife whose marriage has been terminated by talaq effective under his section from remarrying the same husband, without an intervening marriage with a third person, unless such termination is for the third time so effective.

Q3. Rights of a Women regarding dower, dowry (Bridal Gifts).

Dower is known as y several names, including Mehr, Sudak, Nuhlah and Akr. It is the property which is incumbent on a husband to give to his wife, either by reason of it being named in the contract of marriage, or by virtue of the contract itself, as opposed to usufruct of the wife's person. The dower can be in different forms, namely, proper dower, specified dower, prompt dower and deferred dower. The wife may remit the dower, or any part thereof, in favour of the husband or his heirs, but the remission must be with free consent.

Dower rights of women are mandatory in any Muslim marriage. It is a gift which becomes payable to wife immediately after marriage but before sexual intercourse. It is not essentially to be money but can be any valuable thing like property, ornaments or anything else which is agreed between the Muslim marriage partners. It is in fact a financial gain which the wife receives as a respect by virtue of the marriage contract itself.

However, it is not a 'bride price' in any sense. The main difference between a dower and bride price is that former is paid to the wife while the later is paid to the parents. You can understand that the wife is not selling anything to the husband. It is just a token of respect and a part of financial rights of the women in Islam.

It is generally supposed that the main object of dower in Muslim marriage is to offer protection to the wife against the arbitrary powers of the husband in exercising the right of divorce. However, it was neither goal of the dower nor intended by Quran. When procedure of Quran for divorce is followed the arbitrary powers assumed by husband in exercising the right of divorce become minimal. On the other hand the dower rights are always obligatory.

Origin of Dower Rights

The dower rights have been existed in any nations in one form or the other including Arabs. However, the concept of dower rights was refined by God and his prophet Muhammad (PBUH). Islam makes dower obligatory whether written in the marriage certificate or not. Some people try to correlate dower in Muslim marriage law with 'donation propter nuptias' of the Roman law. However, there is main difference. The 'donation propter nuptias'is voluntary while the dower is obligatory.

A dower may be specified or proper. However, dower rights become payable on divorce or death of husband if not paid immediately after marriage. No Muslim is allowed to take

back the dower amount whether specified or proper in any condition. Quran protects the rights of women as:

And give the women (on marriage) their dower as a free gift (Quran 4:4)

And

"If ye had given the latter (wife) a whole treasure for dower, take not the least bit of it back: Would ye take it by slander and manifest wrong?" (Quran 4:20 Abdullah Yusufali)

Nature of Dower

It is not sale price for bride. But it is part of the Muslim marriage contract where wife and husband agree to live together, bear children and develop a family unit. Some Muslim jurists have termed dower as usufruct of the wife. In Roman and Scot laws the usufruct is right of enjoying the use and advantage of another's property.

But dower in Muslim marriage is not exactly a consideration for marriage in the sense of a consideration for any other contract. It is an obligation imposed by God and his prophet on the husband and a mark of respect for the wife. The wife and husband may fix it before marriage or during marriage.

The husband is bound to pay specified dower immediately after signing the Muslim marriage contract. However, the parties are free to defer the whole or part of the dower for arising of some event like divorce or second marriage of the husband. If the husband fails to pay or dies without paying the dower, it shall be recovered from his property as a debt.

Limits of Dower

The amount of dower is ordinarily fixed by a contract on the marriage certificate. However, there is no limit either to the maximum or the minimum of the amount of dower. It should be fixed depending upon circumstances of husband and wife, to stop husband in exercising the right of device arbitrarily, the position of the paternal family of the woman, intellectual attainments of the woman, personal qualifications and attractions of the woman, wealth of husband, and conditions of the society and so on.

Kinds of Dower

There are following kinds of dower rights in a Muslim marriage:

1- Specified Dower Rights

2- Proper Dower Rights

Specified Dower Rights

In most of Muslim marriage cases, the amount of dower is fixed at the time of marriage contract. The wife is entitled to recover such amount immediately before sexual intercourse and it is called specified dower. The Muslim marriage partners may agree to increase the specified dower even after marriage. The additions shall become specified dower in all its applications.

Where a part of the specified dower is unlawful like wine etc, only the lawful part of the dower shall be payable.

Proper Dower Rights

In most of the cases the amount of dower is specified at the time of Muslim marriage. However, in some cases either no dower is fixed or a condition is applied. In such situations the condition is null and void, and a proper dower is payable to wife. Proper dower (Mehr-i-mithal) is the dower which is equal to the dower of other female members of the wife's father's family. While fixing a proper dower the following elements should be kept in mind:

- What is position of the dower in wife's father's family? No weight can be given to the dower of her mother unless she happens to be from the family of her father, like first cousin.
- Woman's own personal qualifications and attractions are given due weight while deciding a proper dower. Age, beauty, education, intellectual capabilities etc may be considered.
- What is the financial position of the husband? When the husband has solid financial or social position the amount of dower shall be more otherwise comparatively less.
- The parties may agree to fix dower later on. The parties may also agree that the dower amount may be fixed by the husband, wife or any third party. Unless the dower amount is specified by the husband, it shall not be less than the proper dower. And unless the amount is specified by the wife, it shall not be more than the proper dower.

In last case the wife is entitled to receive the proper dower unless it is specified by the third party.

When Dower Rights are due

The dower rights become due in any of the following conditions:

1- When a valid Muslim marriage is dissolved after consummation.

2- When dower is specified, it become payable immediately after marriage.

3- When dower consists of illegal commodities, the legal dower shall be payable immediately after consummation.

4-When marriage is not consumed, only half of the specified dower is payable on dissolution.

5- When dower is not specified and marriage gets dissolve, a present from husband may suffice for full dower.

Whole dower is not payable immediately in a Muslim Marriage. The Muslim marriage laws allow a division of the dower in two parts; prompt and deferred. When the parties agree to make a part of dower prompt and other part as deferred the dower shall be paid as per division.

Prompt Dower

Prompt dower becomes payable as soon as the marriage contract is made and it is payable when demanded by the wife. That is the reason that it is called prompt. Sometimes the wife does not demand the prompt dower till dissolution of

marriage or death of husband but this does not stop her to demand the same whenever she wants. A wife can claim her prompt dower even without living with her husband or allowing him to enter in conjugal relations. Furthermore, when a prompt dower is not paid on demand the wife has right to refuse to live in conjugal domicile.

Deferred Dower

The deferred dower becomes payable on termination of marriage either by death of husband or divorce. However, it does not become payable merely on demand of the wife. The dower is like a debt and binds the property of the husband not only during his life but also after his death.

Rights of Dowry (Bridal gifts)

A dowry is a type of payment or gift of property that accompanies a bride upon marriage. The custom has been most common in settled agricultural societies where it may form an important part of the financial arrangements for a marriage. The types of property included in a dowry vary tremendously depending on the economic circumstances of the families involved and the customary expectations of the society. A woman's dowry might include personal possessions (such as clothing and jewels), money, servants, or land. Societies vary in regarding a dowry as the property of the bride, her husband, or her husband's family. Where the custom exists, women frequently receive dowries in lieu of a right of inheritance from their father's estates (Goody and Tambiah 1973).

The practice is mostly cultural having little precedent in religion. Most traditions a(ahadith) and narratives on the life of the Prophet describe how he gave only a few hoouse hold goods to his daughter Hazrat Fatima on her marriage to Hazrat Ali. The Prophet's son-in-law had to sell offhis armour and horse to set up house.

Nevertheless, among the Muslims of the subcontinent these traditions have long been disregarded. Within Pakistan, cultural variations affect the extent and manner of giving dowry. The practice is widely prevalent in the Punjab, to a lesser extent in the Pukhtunistan and Baluchistan. The extent of the practice within each community also depends upon class.

The custom of giving dowries may perform several positive functions. First, as with other common forms of marital exchange such as bride-wealth (also called bride-price), a dowry affirms an alliance between two families united by marriage. Second, a dowry may provide a bride with some protection against an abusive husband. Should she leave her husband, a woman's family may demand that all or part of her dowry be returned. Third, a young couple may use the dowry to set up their own household. Finally, a woman may need to rely upon her dowry for support should her husband die and she has no rights to inheritance. These are by no means universal functions. They are contingent on the ways that people conceive of the dowry and, especially, on whether the wife controls all or part of it.

Dowry often has a marked political dimension. In medieval Europe, noble families down on their fortunes often sought to marry their sons to women from rich families whose dowries would thus enhance their own financial situations. By the same token, a newly wealthy family could improve its social standing by using rich dowries to form marital alliances with those of a higher class. In northern India, marrying daughters upwards, using the enticement of dowries, has long provided one of the chief means for families to raise their status (by very small increments) within the rigidly hierarchical caste system, a process technically known as hypergamy. In general, the custom of dowry imposes a financial burden upon families with daughters that can be especially heavy when the family has few or no sons who might themselves attract wives with dowries.

Dowry had disappeared from most of Europe by the beginning of the twentieth century, but remains a common practice in south Asia. In India it has become a matter of some controversy and a subject for legal reform because of a large number of incidents in which women have been harassed and even murdered by their in-laws in attempts to extort richer dowries. Debate continues as to whether dowry deaths should be understood as a byproduct of the custom itself or as the result of modern conditions that have undermined the traditional connections between families brought together in marriage while inflating the cash value of dowries (Menski 1999).

Q4. Rights of divorced women in relation to dower, dowry, gifts, maintenance of her and her children, remarriage, lacunae in all above provision and impact thereof. How and to what extent Islamic injunction can occupy the voids.

Divorce

In Islam, divorce performed by the husband. Talaq takes the form of three repudiations of the wife, preferably separated by a period of reflection.

Maintenance.

(1)If any husband fails to maintain his wife adequately, or where there are more wives than one, fails to maintain them equitably, the wife, or all or any of the wives, may in addition to seeking any other legal remedy available apply to the Chairman who shall constitute an Arbitration Council to determine the matter, and the Arbitration Council may issue a certificate specifying the amount which shall be paid as maintenance by the husband.

(2) A husband or wife may, in the prescribed manner, within the prescribed period, and on payment of the prescribed fee, prefer an application for revision of the certificate, to the Collector concerned and his decision shall be final and shall not be called in question in any Court.

(3) Any amount payable under Sub-section (1) or, (2) if, not paid in the due time, shall be recoverable as arrears of land revenue.

Dower.

Where no details about the mode of payment of dower are specified in the nikahnama or the marriage contract, the entire amount of the dower shall be presumed to be payable on demand

Dowry

The nuptial present, such as money, goods, property, or estate, which is offered by a bride to her husband at marriage. In some societies, it is the gift that a bridegroom gives to the father of the bride before the marriage can be finalized.

Right to Maintenance

Under Muslim Law, the established essential principle that the male is the provider" is largely drawn from the traditional translation and interpretation of Surah Al-Nisa (4): Verse 34 which begins:

"Men are the protectors and maintainers of women, because Allah has given the one more (strength) than the other, and because they support them from their means"

The courts while interpreting the Muslim Family Laws Ordinance, 1961, have held it and Mohammedan Law; the wife is entitled to maintenance during subsistence of marriage and also the post-operative period during Iddat or pregnancy.

However, if the wife is living separately from the husband without a reasonable cause she is not entitled to maintenance

provided the separation is on account of the husband's cruelty or non-payment of prompt dower.

The courts in deciding the above issues are governed by the following laws:-

1) The N.W.F.P. Muslim Personal Law (Shariah) Application Act, 1935.

2) The Muslim Personal Law (Shariah) Application Act, 1937.

3) The West Punjab Muslim Personal Law (Shariah) Application Act, 1948.

4) The West Pakistan Muslim Personal Law (Shariah) Application Act, 1962.

These Acts were enacted with the object of replacing customs with Muslim Personal Laws in certain specified areas where the parties were Muslim.

5) Child Marriage Restraint Act, 1929 (Act XIX of 1929) the aim of this Act was to restrain the solemnization of a child marriage.

6) The Dissolution of Muslim Marriages Act, 1939

This is the most important piece of legislation promulgated in the area of Muslim Family Law. It consolidates and clarifies the provisions of Muslim Law relating to the valid grounds for dissolution of marriage in a suit filed by the wife.

7) Dowry and Bridal Gifts Restriction Act, 1976(XLIII of 1976);

Dowry and Bridal Gifts Restriction Rules, 1976 and the West Pakistan Dowry (Prohibition on Display) Act (West Pakistan Act No. XVI of 1967) these laws were introduced to take measures to regulate, restrict and ultimately eliminate the practice of dowry, but till today this legislation has not been enforced.

8) The Guardian & Wards Act 1890

In Pakistan the Guardian & Wards Act, 1890, is applicable to custody and guardianship cases while keeping in view the personal law to which the minor is subject. Personal law is that which is applicable to a person on the basis of his/her religious conviction. A minor is supposed to be subject to the same personal law as his/her father. This law applies to Muslim and non-Muslim Citizens of Pakistan. The established view is that "where the provisions of the personal law are in conflict with the provisions of the Guardian and Wards Act, 1890, the latter will prevail over the former. The courts have held time and again that in custody matters, welfare of the minor is of paramount consideration. The custody and guardianship matters fall within the Schedule of the Family Court Act 1964, and therefore, are decided by the Family Judge acting as a Guardian Judge.

9) The Muslim Family Laws Ordinance, 1961.

This law is based on the recommendations of the Commission on Marriage and Family Laws set up in 1955, which submitted its report on the matter in 1956. Five years later their recommendations were considered and

the Muslim Family Laws Ordinance was promulgated. This Ordinance advanced women's legal rights to some extent. For the first time, a uniform mode of divorce, marriage etc., were prescribed. Khula and the delegated right of divorce for women were also recognized the latter being incorporated as an option in the standard Nikahnama. Secondly, polygamy was restricted, making it binding on the husband seeking a subsequent marriage to submit an application for permission to contract another marriage to the Chairman Arbitration Council, besides seeking the permission of his existing wives. In the event of the husband contracting such a marriage, the Ordinance made him immediately liable to pay the existing wife/wives her/their dower. In addition, the Muslim Family Laws Ordinance amended the Child Marriage Restraint Act by raising the legal age of marriage for females from 14 to 16 years. The Ordinance also provides security of inheritance of children from a predeceased son.

Matters such as dower, maintenance etc., are also dealt with under the Ordinance, which is implemented through the Muslim Family Law Rules, 1961, the Family Court Act, 1964 and Family Court Rules, 1965. The provisions of this Ordinance not only override the provisions of statute law but also any law, custom or usage, including Muslim Personal Law.

Dower or other properties of Muslim woman to be given at the time of divorce

(1) Not with standing anything contained in any other law for the time being in force, a divorced woman shall be entitled to-

(a) A reasonable and fair provision and maintenance to be made and paid to her within the iddat period by her former husband;

(b) Whether she herselfmaintains the children born to er before or after he divorce, a reasonable and fair provision and maintenance to be made and paid by her former husband for a period of two years from the respective date of birth of such children;

(c) An amount equal to the sum of mahr or dower agreed to be paid to her at the time or her marriage or at any time thereafter according to Muslim Law; and

(d) All the properties given to her before or at the time or marriage or after themarriage by her relatives or friends or the husband or any relatives of thehusband or his friends.

(2) Where a reasonable and fair provision and maintenance or the amount of mahr or dower due had not been made or paid or the properties referred to in clause (d) of sub-section (1) have not been delivered to a divorced woman on her divorce, she or any one duly authorised by her may, on her behalf, make an application to a Magistrate for an order for payment of such provision and maintenance, mahr or dower or the delivery of properties, as the case may be.

(3) Where an application has been made under sub-section (2) by a divorced woman, the Magistrate may, if he is satisfied that-

(a) Her husband having sufficient means, has failed or neglected to make or pay her within the iddat period a reasonable and fair provisions and maintenance for her and the children; or

(b) The amount equal to the sum of mahr or dower has not been paid or that the properties referred to in clause (d) of sub-section (1) have not been paid or that the properties referred to in clause (d) of sub-section (1) have not been delivered to her, make an order, within one month of the date of the filing of the application, directing her former husband to pay such reasonable and fair provision and maintenance to the divorced woman as he may determine as fit and proper having regard to the needs of the divorced woman, the standard of life enjoyed by her during her marriage and the means of her former husband or, as the case may be, for the payment of such mahr or dower or the delivery of such properties referred to in clause (d) of sub-section (1) to the divorced woman:

Provided that if the Magistrate finds it impracticable to dispose of the application within the said period, he may, for reasons to be recorded by him, dispose of the application after the said period.

(4) If any person against whom an order has been made under sub-section (3) fails without sufficient cause to comply with

the order, the Magistrate may issue a warrant for levying the amount of maintenance or mahr or dower due in the manner provided for levying fines under the Code of Criminal Procedure, 1973, and may sentence such person, for the whole or part of any amount remaining unpaid after the execution of the warrant, to imprisonment for a term which may extend to one year or until payment if sooner made, subject to such person being heard in defence and the said sentence being imposed according to the provisions of the said Code

Rights of Dowry

A dowry is a type of payment or gift of property that accompanies a bride upon marriage. The custom has beenmost common in settled agricultural societies where it may form an important part of the financial arrangements for a marriage. The types of property included in a dowry vary tremendously depending on the economic circumstances of the families involved and the customary expectations of the society. A woman's dowry might include personal possessions (such as clothing and jewels), money, servants, or land. Societies vary in regarding a dowry as the property of the bride, her husband, or her husband's family. Where the custom exists, women frequently receive dowries in lieu of a right of inheritance from their father's estates (Goody and Tambiah 1973).

The custom of giving dowries may perform several positive functions. First, as with other common forms of

marital exchange such as bride-wealth (also called bride-price), a dowry affirms an alliance between two families united by marriage. Second, a dowry may provide a bride with some protection against an abusive husband. Should she leave her husband, a woman's family may demand that all or part of her dowry be returned. Third, a young couple may use the dowry to set up their own household. Finally, a woman may need to rely upon her dowry for support should her husband die and she has no rights to inheritance. These are by no means universal functions. They are contingent on the ways that people conceive of the dowry and, especially, on whether the wife controls all or part of it.

Dowry often has a marked political dimension. In medieval Europe, noble families down on their fortunes often sought to marry their sons to women from rich families whose dowries would thus enhance their own financial situations. By the same token, a newly wealthy family could improve its social standing by using rich dowries to form marital alliances with those of a higher class. In northern India, marrying daughters upwards, using the enticement of dowries, has long provided one of the chief means for families to raise their status (by very small increments) within the rigidly hierarchical caste system, a process technically known as hypergamy. In general, the custom of dowry imposes a financial burden upon families with daughters that can be especially heavy when the family has few or no sons who might themselves attract wives with dowries.

Dowry had disappeared from most of Europe by the beginning of the twentieth century, but remains a common practice in south Asia. In India it has become a matter of some controversy and a subject for legal reform because of a large number of incidents in which women have been harassed and even murdered by their in-laws in attempts to extort richer dowries. Debate continues as to whether dowry deaths should be understood as a byproduct of the custom itself or as the result of modern conditions that have undermined the traditional connections between families brought together in marriage while inflating the cash value of dowries (Menski 1999)

Dissolution of Marriage and Child Custody

The prohibition of divorce during the woman's monthly cycle has two reasons:

a) The woman at this time is in a state of hurt'as the Qur'an says, and it would be unfair to add an extra source of worry and anxiety to her at this time;
b) During this period, the husband is not permitted to approach his wife for intimate relations- this may be a source of tension in their relationship and may lead him to make a hasty and ill-judged decision to divorce.

It is prohibited fora husband to even utter an intention to divorce at this time. The reasons for the prohibition a divorce during the post-natal period are similar to those above: a woman is in need of physical and psychological care following the delivery of her baby and again, her husband may not

approach her for intimat relations during this period. A woman cannot even be divorced during pregnancy, though the intention to divorce may be made known to her. The prohibition of divorce in the period following menstruation and after intimate relations has taken place between husband and wife is in place because of the possibility that the wife may have conceived. Confirmation that the wife is expecting may serve to reconcile the couple and since the lineal identity of the baby also has to be established, no divorce can take place. Divorce can only take place after the fresh purity of the wife following her menstruation and if no intimate relations have taken place.

There are certain rules to follow after a divorce is initiated maintaining all conditions.

The pronouncement of divorce does not immediately result in separation. There follows a waiting period (iddat), which is usually three months long (to cover three feminine cycles), although the iddat can be as much as nine months if the woman is expecting and as little as one month in the case of khula' divorce or where a husband divorces his wife at the end of a period of fresh purity. If the divorce takes place soon after the signing of the marriage contract, but before consummation has taken place, then there is no waiting period. During the waiting period following divorce, intimate relations between husband and wife are forbidden, if these do take place, this is considered a sign of reconciliation between husband and wife and a revocation of the divorce. [Ref: CH.65 v.6; CH.2 v.228; CH.65 v.4; CH.33 v.49]

Now, the question comes naturally is where does the wife stay and who is responsible for her maintenance during the waiting period following divorce. Instructions in the Qur'an make it clear that a wife who has been divorced is entitled to continue to live in her home as if there was no divorce. She may not be forced out of her home and indeed she should not leave it of her own accord unnecessarily. During the waiting period she is entitled to full maintenance from her husband and is also entitled to receive good treatment. [Ref: CH.65 v.6; CH.65 v. 1]

The reasons for Islam's insistence that the wife remain at home supported by her husband during the waiting period following divorce are:

a) The waiting period could be a test ofthe love of the couple for each other and could result in reconciliation and revocation of the divorce; if the revocation occurs, there is no need for a new marriage contract or an application to the court, though it is preferable to have the revocation formally witnessed. The couple will be deemed to have used up one of the two possible revocable divorces available if revocation occurs during the waiting period following pronouncement of divorce.

b) It serves to confirm whether or not the wife is pregnant.

c) Finally, the waiting period also serves as a transition period for the husband and wife prepare physically and mentally for their new lives apart from each other.

It is important to note that from the legal point of view, during the waiting period, the couple are considered to be husband and wife. If therefore, either husband or wife passes away, the remaining spouse is entitled to an appropriate share of the inheritance left by his/her partner.

Re-Marriage

After the expiry of the waiting period following divorce, it is permissible for the divorcee to re-marry. Islam attaches no stigma to re-marriage, though in certain cultures, both Muslim and non-Muslim), the marriage of a divorced person is discouraged. Islam, on the contrary, allows everyone a second chance to build a happy marriage, whether to a new person or to the ex-spouse. Marriage to the ex-spouse is permissible where, after the lapse of the waiting period following the first revocable divorce, a new marriage contract is signed and a new marriage gift is made to the wife. Such a re-marriage between the same couple is allowed a second and third time before the divorce becomes irrevocable. The extent to which Islam affords every opportunity to the couple to reconcile can be seen in the fact that the Qur'an actually forbids people from trying to prevent a wife from reconciling with her husband.

So it seems that if a woman is divorced from the same husband a third time, then there can be no further attempt at reconciling them. Because when a wife is divorced a total of three times from her husband, then it is clear that there is a serious problem. The couple, clearly, are not able to reconcile their differences permanently or one or other of the parties is not taking the marriage seriously. In such a case, to restore the

respect for divorce, the third divorce will be final and the husband and wife are finally prohibited from ever re-marrying. The only possible circumstance in which they could re-marry is when the ex-wife has married another man and that man dies or divorces her for a genuine reason, thus freeing her to re-marry her first husband. **It is not permissible for a woman to deliberately and premeditatedly arrange a marriage (commonly known as halala) to another man with the intention of obtaining a divorce so that she can re-marry her ex-husband.** If the husband divorced his wife three times in a single breath and then regrets his action, it is permissible for him to return to her and it is treated as if one possible revocable divorce out of two has been used up. It is good practice for there to be at least one month between each of the three divorces given to a wife by her husband.

In some Muslim societies, there is an awful misunderstanding about the issue of divorce. If the husband utters divorce three times in the same breath, it is considered an irrevocable divorce and there remains no chance of reconciliation between the couple. And under this strict view, which do many classical not support and the modern Islamic scholars, many families are broken and the women and children are mostly affected. According to the view supported by many modern Islamic scholars, three or more utterances of divorce at a time are regarded as only one divorce. But, according to all scholars, to utter such number of divorce at a time is not encouraged in Islam and the person who pursues this undesirable system will be considered sinful. If it is held to be irrevocable and the final divorce, then the option offered

by Allah to take back one's wife within 90 days becomes frustrated. In consequence the rate of the dissolution of marriage increases and, as a matter of course, more women and children will be helpless. However, the competent Islamic scholars should remove, whatever may be the legal position, the misconceptions about divorce.

Depending on the marital condition during the divorce, Islamic law outlines the financial rights of the wife and her interest in the custody of the children. If divorce takes place before consummation of the marriage, then the wife is entitled to receive one half of the promised marriage gift as a consolation. If the divorce takes place after consummation, the wife would be entitled to:

- The full amount of marriage gift due to her.
- Keep all the engagement and marriage gifts given to her.
- Full maintenance during the iddat period, whether this is three or nine months.
- Payment from the father if she is suckling his child.
- Child support from the father if she has custody of young children.
- To a consolation gift (some jurists say that this is merely commendable, others say that it is a requirement).

The Islamic rule on child custody is that a mother is more entitled to young children (usually those under the age of seven years), it is also considered more appropriate for a mother to have the custody of daughters until they are

adolescent or even until they are married so that she can impart the appropriate guidance to them as they grow up. According to Dr Jamal Badawi, there are two conditions however, these are that the mother should be fit to have custody and be of good reputation and that secondly, she should not re-marry. This last condition is based on a saying of the Prophet (SAWS) in which he expressed fears for the interests of the child if the woman re-married. Generally, however, Islam favors custody of the children remaining with the wife or the nearest female relatives to the children, (if the mother is unavailable). It seems that the condition regarding mother's re-marriage takes away in part the right of woman to remarry. It puts a mother in a very critical situation to choose between having a new family and having the custody of her own child. We have seen in previous lectures that is Islam, marriage is regarded as a sacred act and Islam does not encourage single woman to remain unmarried.

According to our findings, so far the evidence for this ruling is not Qati or unequivocal in nature. All the traditions are Ahad and as such Zanni in character. So whether this hadith should be accepted in deciding such a delicate and important matter requires further investigation.

Each child custody case is unique in nature and as such, requires different solutions. In one hadith (saying of the Prophet (PBUH)], it was reported that a mother can keep the son till re-marriage (Abu Dawood), whereas, in two other traditions, it was reported that the child was allowed to choose between the father and the mother (Abu Dawood).

The status of these hadiths is unknown at this point. In this regard, Islamic Scholar Shah Abdul Hunan favors the opinion that if the child is of the age of understanding, he/she should be given a choice between the father and the mother as seen from the last two hadiths. It is not absolutely necessary to act on the first hadith as we do not know all the circumstances of the first hadith (may be there were some special reasons). In Islam, the principle of La Darara wa la Dirara fil Islam (no harm shall be inflicted or tolerated in Islam) is against injuring the right of the mother in any way. In case of serious dispute regarding custody, the court can decide based on the interest of the child.

Q5. What the legal rights of divorced women are as described in international conventions ratified by Pakistan, having least Muslim representations?

International Conventions & Reports to Treaty Governing Bodies:

Pakistan signed the CRC in 1990, and ratified the Convention the same year. The reservation made upon signature regarding the CRC being interpreted in light of Islamic legal principles and values was withdrawn in 1997.

Pakistan acceded to the CEDAW in 1996, with a general declaration to the effect that Pakistan's accession to the Convention is subject to the provisions of the national Constitution.

Article 15

1. States parties shall accord to women equality with men before the law

2. States parties shall accord to women in civil matters, a legal capacity identical to that of men and the same opportunities to exercise that capacity. In particular, they shall give women equal rights to conclude contract and to administer property and shall treat them equally in all stages of procedure in court and tribunals.

3. State parties agree that all contracts and all other private instruments of any kind with a legal effect which is directed at restricting the legal capacity of women shall be deemed null and void

4. State parties shall accord to men and women the same rights with regard to the law relating to the movement of persons and the freedom to choose their residence and domicile.

Article 16

1. State parties shall take all appropriate measures to eliminate discrimination again women in all matters relating to marriage and family relations and in particular shall ensure, on a basis of equality of men and women.
    a. The same right to enter into marriage
    b. The same right freely to choose a spouse and to enter into marriage only with their free and full consent

c. The same rights and responsibilities as parents, irrespective of their marital status, in matters relating to their children; in all cases the interest of the children shall be paramount
d. The same rights to decide freely and responsibly on the number and spacing of their children and to have access to the information, education and means to enable them to exercise these rights.
e. the same rights and responsibilities with regard to guardianship, wardship, trusteeship and adoption of children, or similar institutions where these concepts exist in national legislation; in all cases the interest of the children shall be paramount
f. The same personal rights as husband and wife including the right to choose a family name a profession and an occupation
g. The same rights for both spouses in respect of the ownership, acquisition, management, administration, enjoyment, and disposition of property, whether free of charge or for a valuable consideration.

2. The betrothal and the marriage of a child shall have no legal effects, and all necessary action, including legislation, shall be taken to specify a minimum age for marriage and to make the registration of marriages in an official registry compulsory.